قیمت سالانہ عوام سے دو روپے (عہ) اور طلباء سے ایک روپیہ (عہ) غیر ممالک والوں سے عہ

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون ؁

رسالہ

# تشحیذ الاذہان



ایڈیٹر۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

نمبر ۲ | جلد ۶

## فہرست مضامین

بابت ماہ فروری ۱۹۱۱ء



بہ اہتمام چوہدری عبدالسلام صاحب مینجر شائع ہوا۔ اور اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام مینجر چھپا

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی آخری تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے۔

# اصلی ممیرا اور ممیریکا سرمہ و ست سلاجیت

اصلی ممیرے اور ممیریکے سرمہ کا اعلان عرصہ سے شایع ہو رہا ہے۔ اس اثنار میں بہت سی لوگوں نے فائدہ اٹھایا ہو یہ سرمہ حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نورالدین صاحب مدظلہ العالی کے مجوزہ نسخہ کیموافق طیار کیا جاتا ہو اور اصلی ممیرا جسکو خود حضرت نے اصلی ممیرا ہونیکی تصدیق کی اس میں ڈالا جاتا ہے حضرت نے اس سرمہ کے متعلق خود فرمایا کہ "برائے امراض چشم بسیار مفید است" اس شہادت کے بعد مجھو کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں کیونکہ کہ جو لاکھوں افراد کا امام جو طبی حیثیت اور تجربہ سے بھی طبی امام کہلانیکا جائز حقدار ہے اس کے مفید ہونیکی شہادت دیتا ہے یہ سرمہ دھند جالا پھولہ ٹڑوال سبل اور سرخی ابتدائی موتیابند وغیرہ امراض چشم کیلئے بہت مفید ہے قیمت سرمہ قسم اول فی تولہ ۸؎ قسم دوم ۴؎ قسم سوم ۲؎ اصلی ممیرا قسم اول ۴؎ دوم ہے۔ ترکیب استعمال۔ یہ ممیرا پتھر پر گھسکر آنکھوں میں ڈالا کرے یہ ممیرا خاصکر اس گرمی وغیرہ کے موسم میں جو بیمار ہوتے ہیں بہت مجرب ہے۔

## ست سلاجیت

(محیط اعظم سے نقل کی ہے جسکی عبارت یہ ہے)

مقوی جمیع اعضا نافع صرع مشہی طعام قاطع بلغم و ریاح و دافع بواسیر و جذام و استسقا و زردی رنگ و تنگی نفس و دق و شیخوخیت و فساد بلغم و قاتل کرم شکم مفتت سنگ گردہ و مثانہ و سلسل البول و سیلان منی و یبوست درد مفاصل وغیرہ وغیرہ بہت مفید ہی بقدر دانہ نخود صبح کیوقت دودھ کے ساتھ استعمال فرماویں قیمت تولہ ۱۲؎

## لنگیاں اور کلاہ

ہر قسم کی لنگیاں مشہدی اور پشاوری بادامی سیاہ اور سفید ماشی ریشمی اور سوتی لٹری صافے سفید لور بادامی اور پشاوری ٹوپیاں اور زری کی پشاوری جوتیاں ہر قسم کی اور ہر قیمت کی ملسکتی ہیں +

**المشتہر** احمد نور کابلی مہاجر سوداگر قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# جواب الہامات مرزا

یہ مضمون قاضی اکمل صاحب نے "الہامات مرزا" کے جواب میں ساڑھے چھ برس ہوئے جولائی ۱۹۰۳ء میں لکھا تھا۔ اور مختلف جگہوں میں حضرت صاحب کی طرف اشارہ کرتے گئے ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ ہم میں موجود تھے۔ ہمنے مناسب سمجھا کہ یہ مضمون اپنی اصلی حالت پر شایع ہو اسلیئے گھٹایا بڑھایا نہیں گیا۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ مضمون اصل میں ایک کتاب کا حصّہ ہے الگ طور سے نہیں لکھا گیا۔ اس لیئے بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ والسلام . . . . . . . . . (ایڈیٹر)

اب میں حضرت حجۃ اللہ کی پیشگوئیوں کے اعتراضوں پر ایک نظر کروں گا۔ اور اس کے ضمن میں اور بھی کئی دلائل بیان کرونگا۔ تا کہ آپ کا سینہ ہر طرح کے اوہام سے پاک ہوجائے سب سے پہلے اس رسالہ کی طرف توجہ کرتا ہوں جو مولوی ثناء اللہ امرتسری نے الہامات مرزا کے نام سے لکھا ہے۔ اور ابھی ابھی میرے پاس پہنچا ہے میں اس کا علیحدہ جواب لکھنے کا ارادہ نہیں

رکہتا اسلیئے جو کچھ لکھونگا مختصر ہی لکھونگا۔ اور گویا یہ ایک وجہ ہے اس پر ایک سرسری نظر ہی ہے سب سے اول آتھم کی پیشگوئی کا فیصلہ کیئے دیتے ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں۔ دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بناتا ہے وہ انہی دنوں میں مباحثہ کے لحاظ سے فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ اور اس کو سخت ذلت پہنچیگی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ الخ

یہ الٰہی کلام ہے جس کی کئی ایک توجیہیں ہو سکتی ہیں۔ گو مآل ایک ہی ہے قرآن شریف کی کئی ایک آیات ہیں جن کے لہ ظہر و بطن کے مطابق کئی معنے کیئے جاتے ہیں اور اس کے کئی نکات بیان کرتے ہیں۔ جو اہل نظر سے مخفی نہیں اسلیئے ہم ان کے بیان کی کچھ ضرورت نہیں دیکھتے۔ لتنذر قوماً ما انذر اباءھم میں ما نافیہ بھی بتایا جاتا ہے اور موصولہ بھی۔ تو کیا ہم کہینگے۔ کہ قرآن مجید میں اختلاف ہے نہیں ہرگز نہیں پس اس پیشگوئی میں جو کلام اللہ ہے بھی کئی نکات ہیں۔ رجوع کا لفظ عام ہے اسلام لانا بھی ایک رجوع ہے جو کامل ہے پس اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تہا۔ کہ "آتھم" عمر طبعی پاتا۔ اتنی جلدی مرنے سے بچ جاتا۔ اور ہاویہ میں (بعد از موت) نہ گرتا۔ اور یہ بھی رجوع کی ایک قسم ہے۔ جو آتھم سے ظاہر ہوا۔ کہ وہ خوف سے سراسیمہ ہوکر بیقرار پھرتا رہا اپنی قدیم عادتیں چھوڑ دیں۔ وہ بحث و مباحثہ اور اسلام کے ردّ میں کتابیں لکھنا یک قلم موقوف ہوگیا اسلام اور نبی اسلام کی علانیہ توہین چھوڑ دی۔ خاموش اور غمگین رہنے لگا۔ امرتسر کی سکونت چھوڑ دی۔ کچھ حصہ زندگی کا لدھیانہ میں کچھ فیروزپور میں گزارا حاصلکلام بقول حضرت اقدس اپنے اقوال سے اپنے افعال سے اپنے حرکات سے اپنی

سکنات سے اپنے خوف زدہ چہرہ اور سخت غم کی حالت سے اپنے بے اصل اور بے ثبوت افتراؤں سے اپنی قسم سے کنارہ کشی کرنے سے اپنی نالش سے دست برداری سے اپنے اقرار سے کہ ایام پیشگوئی میں میں ڈرتا رہا ہوں اور اپنی عادت سابقہ کو یک لخت چھوڑنے سے ثابت کر دیا کہ اس نے الہامی پیشگوئی کے سننے کے بعد اپنی مخالفانہ عادت اور مذہبی مخالفت سے اور ہر ایک قسم کی بیباکی و گستاخی و بدزبانی سے رجوع کیا تھا۔

پس اتنے رجوع سے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پیشگوئی کی عظمت اور منجانب اللہ ہونیکا ضرور قایل ہو گیا تھا۔ اتنا فائدہ اٹھایا کہ میعاد معیّنہ کے اندر مرنے سے بچ گیا۔ اور حضرت اقدس کی پیشگوئی بوجہ احسن پوری ہوئی کہ" اگر رجوع کریگا۔ تو بچ جائیگا" الیسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائیگا بشرطیکہ رجوع نہ کرے یعنی رجوع کیا تو بچ جائیگا۔ پس جیسا رجوع کیا ویسا ہی سنت اللہ کے موافق کہ خوف کیوقت وعید کی پیشگوئی ٹل جاتی ہے فائدہ حاصل کر لیا۔ اور چونکہ رجوع کامل نہ تھا اسلیئے پیشگوئی کے موافق بیقراری کے ہاویہ میں رہا۔ اور اسکا دن رات بے آرام رہنا اسپر شاہد ناطق ہے۔ پس یہ اعتراض کہ" جس امر کو رجوع کہتے ہیں اسی کو ہاویہ اور یہ اجتماع نقیضین ہے" بالکل اڑ گیا۔ حضرت مرزا صاحب نے جہاں ارقام فرمایا ہے" مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامنگیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا یہی اصل ہاویہ تھا۔ یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔" وہاں ہاویہ سے مراد یہی دنیا کی بے آرامی اور بیقراری ہے جو ہاویہ سے کم نہیں اور رجوع سے مراد اسلام کا لانا ہے یعنی اسلام نہ لایا۔ اس لیئے اس دنیاوی ہاویہ میں گرا۔ جو ہاویہ کا لفظ عام ہونے کے سبب سے اس میں داخل ہے۔

اور جہاں عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رجوع کیا اسلیئے ہاویہ میں نہ گرا۔ اس میں رجوع سے مراد اس کا ڈر جانا ہے اور اسپر خوف الٰہی مستولی ہونا جس کے آثار یہانتک ظاہر ہوئے۔ کہ یونس ؑ کی قوم کی طرح ملائک عذاب کے تمثلات میں دکھائی دینے لگے اور سانپ وغیرہ کے تمثلات ظاہر ہوئے۔ اور یہ ہمیشہ سے سنت اللہ ہے کہ شدت خوف کے وقت کچھہ کچھہ ڈرانیوالی چیزیں نظر آجایا کرتی ہیں اور جیسے جیسے بے آرامی اور خوف بڑھے۔ تمثلات شدت وخوف کے بڑھتے جاتے ہیں یاد رہے کہ جب تک کسی کے دل پر خوفناک خوف مستولی نہ ہو جو کمال درجہ تک پہونچ جائے۔ تب تک ایسے نظارے پیش نہیں آتے پس جب اس خوف نے ثابت کردیا کہ وہ شخص بلاشبہ یقینی یا ظنی طور پر اس مذہب کا مصدق ہو گیا ہے۔ جس کی تائید میں وہ پیشگوئی کی گئی تھی تو رجوع الی الحق کے معنے کھل گئے کیونکہ یہی وہ حالت ہے جس کو بالضرور رجوع کے مراتب میں سے کسی مرتبہ پر محمول کرنا چاہیئے۔ پس اس رجوع سے یہ فائدہ اٹھایا کہ کامل ہاویہ میں (جس کی موت سے تعبیر کی گئی ہے) ڈالا جانے سے تاخیر وقوع میں آئی۔ لیکن جب مدت منقضی ہو گئی۔ اور وہ وقت نکل آیا تو آتھم دلیر ہو گیا۔ اور باوجود انعامیہ اشتہار جاری ہونیکے کہ اگر قسم کھائی اور آتنا انعام

---

ف خلاصہ کلام یہ کہ جہاں آپنے فرمایا۔ ہاویہ میں گرا اور مخالفین نے اس سے نتیجہ نکالا کہ رجوع نہیں کیا وہاں رجوع سے مراد اسلام لانا اور ہاویہ میں گرنے سے مراد بے آرامی بیقراری ہے جو دوزخ سے کم نہیں اور جہاں آپنے فرمایا کہ رجوع کیا۔ اور مخالفین نے نتیجہ نکالا کہ ہاویہ میں نہیں گرا تو وہاں رجوع سے مراد خائف ومضطر ہونا اور ہاویہ سے مراد موت ہے جس سے بچگیا۔ پس یہ تناقض نہیں بلکہ کلام الٰہی کی دو توجیہیں بطور تفسیر ہیں۔ ۱۲

پائے۔ اس نے سکوت اختیار کیا۔ اور امرِ حق کو چھپایا۔ پس پیشگوئی کے مطابق جس میں پہلے ہی سے یہ لفظ بطور پیشگوئی لکھے ہوئے تھے۔ کہ عمداً حق کو چھپائیگا چنانچہ لکھا ہے کہ جو "فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے وہ پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ جلدی ہی چند ماہ کے اندر اندر فوت ہو گیا۔ اور نیز حضرت حجۃ اللہ نے اپنے اشتہار اخیری میں بھی یہ امر ظاہر کر دیا تھا کہ آتھم ہرگز قسم نہیں کھائے گا کیوں؟ ہم سچے اور ہمارا الہام سچا ہے۔ پس آتھم کو اگر عیسائی لوگ ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیں اور ذبح بھی کر ڈالیں۔ تب بھی وہ قسم نہ کھائینگے۔ پس یہ ایک اور پیشگوئی تھی جو پوری ہو گئی۔ کہ قسم نہ کھائی اور یہ جو عذر پیش کیا جاتا ہے۔ کہ عیسائی مذہب میں قسم کھانا منع ہے اس کی شہادتیں دیدی گئیں تھیں کہ یہ نرا عذر ہی ہے ورنہ حق اور باطل کی تمیز کے لیئے اور اطمینان قلبی کے واسطے کسی معیار کا نہ ہونا مذہب کے نقص کو ظاہر کر رہا ہے۔

اور یہ جو اعتراض کیئے جاتے ہیں کہ "دوسرے پندرہ مہینے کہاں سے لائے" اور نیز یہ کہ جب قسم کھانے پر آتھم کو ایک سال تک مہلت ملنی تھی۔ تو بغیر قسم کھائے بھی وہ سال کے اندر ہی کیوں مر گیا۔" بالکل فضول ہیں۔ اجی حضرت ذرا عقل کو کام میں لانا چاہیئے۔ قسم دینے سے حضرت مرزا صاحب کا یہ منشا تھا۔ کہ چونکہ آتھم نے رجوع الی الحق کیا اور اس سے فائدہ اٹھایا اس لیئے یہ امر عام پبلک پر بھی واضح ہو جائے۔ کیونکہ اگر آتھم نے قسم کھالی۔ تو پھر وہی دفعہ جاری ہو گی کہ "جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے۔ وہ پندرہ ماہ میں بسزائے موت ہاویہ میں گریگا"۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ جب یہ بات اس کے تجربہ میں بھی آگئی کہ رجوع کرنے سے بچ رہا۔ پس حضرت مرزا صاحب ہی سچے ہیں)، تو پھر اس کا قسم کھانا کہ مینے رجوع نہیں کیا۔ جو فریق عمداً

والے فقرے کی زد میں لا رہا ہے۔ اور قسم نہ کھانا بطریق اولیٰ اس زد میں لاتا ہے کیونکہ قسم نہ کھانے سے یہ بھی ظاہر کر دیا۔ کہ واقعی میں نے رجوع کیا۔ ورنہ ضرور قسم کھاتا۔ اور پھر اس عملی اقرار کا زبانی اظہار نہ دینا عمداً جھوٹ کو اختیار کرنا ہے جس سے یہ امر لازمی اور ضروری ہے کہ سال کے اندر اندر فوت ہو گویا تین مہینے بطور سزا کاٹ دیئے گئے۔ اور اگر آفتاب چڑھا ہوا ہے تو دن موجود کی طرح عمداً جھوٹ کو اختیار کرنا اور پندرہ ماہ کے اندر اندر ہاویہ میں گرنا لازم و ملزوم ہیں۔ اور رجوع الی الحق اس الٰہی وعید سے حسب مقدار بچانیوالا۔ پس اس سے یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ اگر آنحضرت صلعم کو دجال کہنے سے رجوع کیا۔ تو ہاویہ میں کیوں گرا۔" اجی حضرت! پہلے پندرہ مہینے میں کب موت کے ہاویہ میں گرا؟ ہاں چونکہ کامل رجوع نہیں تھا اسلیئے تادیباً اضطرار و خوف کے ہاویہ میں رہا اور اپنے خوف کھانے سے ثابت کر دیا کہ وہ اس پیشگوئی کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لے آیا۔ اگر پیشگوئی کے منجانب اللہ اور مسیح موعود کے حق پر ہونے پر ایمان نہیں لایا تھا۔ تو بتلایئے ایسا خوف شدید کیوں طاری ہوا۔ کہ تمثلات کی صورت میں عذاب نظر آنے لگا۔ اگر وہ شکلیں موہومی نہیں تھیں بلکہ واقعی طور سے حضرت خلیفۃ اللہ کی طرف سے حملے تھے۔ تو باوجود بیشمار تحریک کے اقدام قتل کی نالش کیوں حضرت مرزا صاحب پر نہ کر دی اور کیوں باوجود اصرار کے خموشی اختیار کی بعض عیسائیوں نے اسکو برانگیخت کیا اور کہا کہ ہم تیری جگہ مقدمے کی پیروی کرینگے صرف دستخط کر دے۔ تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ پس اس تحریر مندرجہ بالا میں اس اعتراض کا جواب بھی آ گیا۔ کہ اگرچہ یونس کی قوم سے عذاب ٹل گیا تھا۔ مگر اس آیت میں لما اٰمنوا (جب ایمان لائے) آیا ہے۔" اٰمنوا کا لفظ عام ہے پس جیسا ایمان ویسا بچاؤ۔ آتھم جتنا ایمان لایا اتنا فائدہ اٹھایا۔ پیشگوئی کی صداقت

کی عظمت نے تاخیر وعید کا فائدہ دیا۔ مگر جب حق کو چھپا کر عمداً جھوٹ کو اختیار کیا۔ تو پھر الٰہی وعید آگیا۔ آیا خیال شریف میں ہے؟ اور یہ جو حدیث بیان کیجاتی ہے۔ کہ سعد نے امیّہ بن خلف کو کہا۔ کہ اللہ کی قسم میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ تو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ وہ ڈرتا رہا اور چھپتا پھرا مگر پھر بھی قتل ہوگیا ہمارے مدعا کے خلاف نہیں ہے بلکہ ہماری معاون ہے آپ کو خیال کرنا چاہیئے کہ اگر وہ پیشگوئی کی عظمت سے ڈرتا تو ہر جگہ ڈرتا۔ مگر یہ کیا وجہ ہے کہ اس نے قسم کھالی ہیں مکّہ سے باہر نہ نکلونگا۔ کیا پیشگوئی میں کوئی ایسا لفظ بھی تھا جس سے یہ مفہوم ہو۔ کہ وہ مکّہ میں بچ جائیگا ہے پس مکہ میں اس کا بیخوف زندگی بسر کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ پیشگوئی سے نہیں ڈرتا تھا۔ دوسرا اس حدیث میں رجوع بحق کی کوئی شرط نہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی میں صاف لکھا ہوا ہے۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ آتھم کے نہ ڈرنے کے متعلق جو یہ حوالہ دیا گیا ہے کہ اس نے اسلام کے خلاف تحریر شایع کی۔ اس کی نسبت معترض کو غلطی ہوئی ہے خلاصہ مباحثہ میں اسی مباحثہ کا حال ہے جو اس پیشگوئی سے پہلے ہو چکا۔ پس اس کے واقعات قلمبند کرنا اسی پہلی رائے سے متعلق ہے۔ اور مباحثہ کے بعد کے خیالات کے زمرے میں نہیں آسکتا۔ کتابیں چھپنے میں دیر بھی لگ ہی جایا کرتی ہے۔ دوسرا مقابلتہً دیکھنا چاہیئے کہ مباحثہ سے پہلے پندرہ ماہ میں کسقدر تحریریں شایع کیں اور کتنے مباحثہ کئے۔ اور مباحثہ سے بھی بعد کتنی تحریریں شایع کیں۔ اور کتنے مباحثے کئے۔ مشکل سے ایک کا حوالہ دے سکتے ہو اور وہ بھی مباحثہ کے واقعات کی نقل کا جن پر پیشگوئی کی بنا تھی۔

تیسرا پیشگوئی کی بنا تو آنحضرت صلعم کو (معاذ اللہ) دجال کہنے پر تھی پس حضرت مرزا صاحب کے خلاف لکھنا صرف اتنا ہی ثابت کریگا۔ کہ اس نے رجوع

کلی نہیں کیا۔ اور وہ بھی صرف پہلے ایام میں جن میں ذرا جوش غالب تھا۔ پھر تو بالکل خوف کے نیچے آگیا۔ اور دم بخود رہ گیا۔ جان کے لالے پڑے رہے۔ اگر یسوع مسیح کے خداوند اور رب ہونے پر کامل یقین تھا۔ اور اپنی صداقت پر اور نیز اس بات پر کہ یسوع مسیح نجات دہندہ ہے اور وہ ضرور بچانیوالا ہے تو پھر یہ اضطرار و خوف شدید ایسا خوف کہ اپنا فرض منصبی بھی بھول جائے (بحث مباحثہ وغیرہ) کیسا تھا؟ پس جیسا رجوع کلی نہیں کیا۔ ویسی ہی کلی نجات بھی نہیں پائی بلکہ سراسیمگی اور دہشت کے ہاویہ میں گرا رہا۔ اور پھر اپنے رجوع کی شہادت کو چھپا کر پورے طور اس وعید کا مستحق ہوا۔

یہ اعتراض کہ آپ لیکھرام کے قتل کے بعد گورنمنٹ سے کیوں حفاظت کے طالب ہوئے۔ گویا آریہ سے ڈرے۔ مجھے ایسے نادان معترض سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اعتراض نہ کردے کہ وہ کیوں خوف کی حالت میں پکار اٹھے من انصاری الی اللہ اور وہ کیوں؟ انسانوں سے مدد کے خواستگار ہوئے یا آنحضرت صلعم کیوں مکہ معظمہ سے راتوں رات مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اگر اس قسم کی خود حفاظتی بھی دوسرے کے مذہب کا پیرو بنا دیتی ہے تو پھر فرمائیے مولوی محمد حسین بٹالوی کیوں پیشگوئی ذلت سے خائف ہو کر باوجود اسبات کے کہ وہ پیشگوئی کو جھوٹا سمجھتے تھے، گورنمنٹ سے ہتھیار ملنے کے خواستگار ہوئے؟ اور آتھم کی سراسیمگی و پریشانی خود حفاظتی میں داخل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسکی بھی آخر کوئی حد ہونی چاہیئے۔ یہ تو نہیں کہ رات دن اسی خیال میں خواب و خورش بھی حرام ہو جائے اور پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ جب لیکھرام نے پیشگوئی کی تھی کہ یہ شخص تین سال کے اندر اندر مر جائیگا۔ اسوقت حضرت مرزا صاحب کیوں خائف نہ ہوئے اور کیوں پورے جوش سے تبلیغ حق میں سرگرم ہے اور لیکھرام کے قتل کے بعد اگر حفاظت کا انتظام کیا ہے تو کیا آتھم کی طرح مخالفانہ تحریر میں

شایع کرنا اور اپنے فرض منصبی کا ادا کرنا بھی چھوڑ دیا۔ اور سیر میں جاتے وقت آگے پیچھے آدمیوں کا ہونا تو اقبالمندی کی دلیل ہے جس پر آتش زبان حسّاد جل جل کر کوئلہ ہو رہے ہیں جب بادشاہ کے ساتھ باڈی گارڈ ہو یا سپاہ کا کچھ حصّہ تو کہیں آپ یہ نہ کہدیں کہ بادشاہ بزدل ہے جبھی تو اتنے آدمی آگے پیچھے لیئے جا رہا ہے حضرت یہ تو شوکت کی دلیل ہے ملازم تو حکماً ساتھ ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ جو پروانہ وار اس شمع نبوت پر گرتے ہیں وہ تو سوز محبت سے سب کچھ کرتے ہیں۔ کوئی بلاتا تھوڑا ہی ہے یاد کرو اسوقت کو جبکہ اس خدا کے برگزیدہ کے ساتھ کوئی بھی باہر نہ نکلتا تھا۔ اور الہام ہوا تھا یاتون من کل فج عمیق وغیرہ وغیرہ یہ اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو دجّال کہنے سے اگر رجوع کیا۔ تو حضرت مرزا صاحب نے اُسی وقت کیوں نہ کہدیا کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ اجی حضرت! پیشگوئی کی مدت مقررہ سے پہلے رائے دینا تو جلد بازوں کا کام ہے ممکن تھا۔ آتھم پھر اپنے اقوال سے رجوع کر کے الہی وعید کے نیچے آجاتا۔ پس پندرہ ماہ سے قبل کوئی رائے نہیں دینی چاہیئے اور یہ اعتراض کہ آنحضرت کو دجال کہنے کا پیشگوئی میں ذکر نہیں بالکل لغو ہے کیا آنحضرت کو (معاذ اللہ) دجال کہنا اور جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے آپس میں منافی ہیں۔ پھر اعتراض کیا ہے کہ کشتی نوح میں حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر لیگا۔ یہ ٹھیک نہیں ارے میاں کچھ تو ہوش کرو جب جھوٹے کا (بشرطیکہ رجوع نہ کرے) پندرہ ماہ میں ہاویہ میں گرنا اور دوسرے سچے کی عزت کا ظاہر ہونا لکھا گیا تو کیا اس سے یہ سمجھ نہیں آتی کہ سچا ضرور جھوٹے کے مرنے تک زندہ رہیگا۔ بلکہ اس کے بعد بھی طبعی عمر تک تو کیا پیشگوئی کا یہی خلاصہ نہیں تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر لیگا۔ ہمیں ایسے فضول اعتراضوں کے جواب دیتے اپنے تضیع اوقات پر افسوس آتا ہے پھر اعتراض ہے کہ حضرت

مرزا صاحب کی اس پیشگوئی کے وقوع سے عزت ظاہر نہ ہوئی۔ یہ بالکل غلط کیوں عزت نہیں ظاہر ہوئی ہم تو دیکھتے ہیں کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے بعد کئی دل کے اندھے جن کی آنکھوں سے حق کی راہ پوشیدہ تھی سوجاکھے ہوئے کئی لنگڑے جن کے قدم صراط مستقیم سے ڈگمگا رہے تھے۔ چلنے لگے۔ کئی حق کی بات سننے سے بہرے سننے لگے اور آسمانی بادشاہت میں آگئے اگر مخالفین کے اشتہاروں کا خیال ہے تو دوسرے الفاظ میں انبیاء علیہم السلام پر اعتراض ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ساحروں کے مقابلے میں کامیاب ہوئے تو فرعونیوں کی رائے ان کے حق میں کیا تھی؟ کبیرکم الذی علمکم السحر۔ غرض مخالفین تو ہمیشہ اعتراض ہی کرتے رہتے ہیں اور ہر میدان میں اپنی کامیابی اور عزت اور مامور من اللہ کی ناکامی اور ذلت کا اشتہار دیتے ہیں انبیاء علیہم السلام نے جو معجزے دکھائے۔ انپر مخالفین کی طرف سے جو اعتراض ہوئے۔ جیسا کچھ انھوں نے کہا وہ کتب سیر میں پڑھو۔ پھر اعتراض کرو۔ پھر پیشگوئی کے منہاج نبوت پر پورے ہونیکا اعتراض ہے کہ صفائی سے پوری ہونی چاہیئے۔ اجی حضرت اصفائی سے حسب شرایط پیشگوئی پوری ہو گئی۔ مگر جن کی آنکھوں پر پردہ اور آئینہ دل میں غبار ہو انپر حق کس طرح ظاہر ہو۔ آپ سے بھی اگر پوچھا جائے۔ کیا آتھم زندہ ہے تو آپ بھی بول اٹھینگے نہیں۔ بس وقوع میں تو کوئی شبہ نہیں۔ صرف باتیں ہی باتیں ہیں۔ جو اس فطرت کے لوگوں کا خاصہ ہے کہ فلاں وقت موت واقع کیوں نہیں ہوئی یہ نہیں ہوا۔ وہ نہیں ہوا جیسے معجزہ شق القمر کی نسبت کیا سب مخالفین نے تسلیم کر لیا کہ واقعی شق قمر ہو گیا۔ ذرا آریہ و عیسائیوں کی کتابیں دیکھو۔ خود اسلام میں ایسے فرقے ہیں جو اس کے وقوع کو بدلیل اقتربت الساعۃ قیامت کے دن پر جھوڑتے ہیں دخان والی پیشگوئی میں جو اختلاف ہے وہ غالباً

آپ نہیں پھولے ہونگے۔ غرض میں کہاں تک حوالے دوں۔ منہاج نبوت کے موافق تو یہ پیشگوئی پوری ہو گئی اور صاف طور سے ہو گئی اور اس عبارت کی تصدیق بھی ہو گئی کہ اگر پیشگوئی ظہور پذیر نہ ہو تو خود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے چنانچہ اس نے اسوقت سے آج تک کئی ہزار دلوں کو کھینچا۔ جو احمدی سلسلے میں داخل ہوئے حجۃ اللہ نواب محمدؐ علی خان صاحب کو اگر کچھ شک ظاہر ہوا۔ تو آخر وہ بھی دور ہو گیا۔ کیا صلح حدیبیہ میں حضرت عمرؓ کے شکوک کو بھول گئے اور احد کی فتح کی بشارت کو بھی نوابصاحب مکرّم کے اس فقرے کو پڑھیئے "اگر آپ فی الواقعہ سچّے ہیں تو خدا کرے میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ اس زخم کے لیئے کوئی مرہم عنایت ہو" کیوں نوابصاحب پھر علیحدہ ہوئے؟ کیا اس سے حضرت جی کا صدق ظاہر نہیں ہوتا۔ اگر غور کیا جائے۔ اور انصاف سے دیکھا جائے تو اس چھوٹی سی پیشگوئی کی ذیل میں خداوند کریم نے بہت سی پیشگوئیاں اور صداقت کے نشانوں کو ظاہر کر دیا۔ جن کے وقوع کو اظہر من الشمس دیکھکر ہم خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور پیشگوئی کی شرط "رجوع نہ کرے" کی ذیل میں اللہ تعالےٰ نے جو تائیدیں اپنے برگزیدہ امام کی ظاہر کرنی تھیں۔ ان کا ظہور دیکھکر سجدہ کرنے کو جی چاہتا ہے کہ بابرکت ہے وہ ذات جس نے ہمارے رسول کریم خاتم الانبیاء کی پیشگوئی کو پورا کیا۔ کہ آل محمدؐ و آل عیسیٰ میں جنگ ہو گی۔ زمین سے آواز آئے گی۔ حق آل عیسےٰ یعنی عیسائیوں کے ساتھ ہے اور آسمانی آواز اسکی تردید کرے گی۔ کہ حق آل محمدؐ یعنی اہل اسلام کیساتھ ہے۔ کیوں حضرت اس حدیث کو پڑھتے ہوئے آتھم کے مباحثہ کے واقعات اور پیشگوئی کے حالات کا نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے یا نہیں؟ پھر آنحضرت کا الہام پورا ہوا۔ جو براہین احمدیہ میں اس سے پہلے کئی برس شائع ہو چکا تھا۔ کہ لن ترضیٰ عنك الیہود والنصاریٰ الفتنة

فاصبر کما صبر اولوالعزم۔ اصل میں یہ سارا واقعہ ہے اس واقعہ کے مشابہ ہے جو آنحضرت صلعم کو پیش آیا۔ کہ آپ نے ایک خط قیصر روم کو لکھا۔ جس کا فقرہ فقرہ یہ ہے اسلم تسلم۔ اسلام لا تو سلامت رہیگا . . . . . . ورنہ بیوقت کی موت اور تباہی تیرے پر نہ آئیگی"۔ اسنے کسی قدر رجوع کیا۔ مگر عیسائی جماعت سے الگ نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس وعید میں تاخیر ہو گئی۔

(۲) لیکھرام کی موت جس صفائی سے ہوئی۔ اس سے تو دشمن کو بھی انکار نہیں ہو اور ہم نہیں سمجھتے۔ کہ جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ انبیاء کی پیشگوئیوں کا ظہور ایسے طریق سے ہوتا ہے کہ اس کے وقوع میں کسی موافق یا مخالف کو تردد نہیں رہتا۔ وہ اس پیشگوئی کے چھ سال کے اندر اندر واقع ہونے سے انکار کریں۔ ہاں اِدہر اُدہر کی باتیں ہیں۔ جو صرف نہ ماننے کی راہیں ہیں۔ اور حیلہ و بہانہ صرف اپنی ندامت کو جو ان کے مکفر کی پیشگوئی کے ظہور پر لاحق حال ہوئی دور کرنیکا ذریعہ پہلے تو پیشگوئی کے الفاظ پر چند اعتراض ہیں کہ پیشگوئی کے لفظ یہ ہیں عجل جسدٌ لہٗ خوار لہٗ نصب وعذاب۔ پھر فرمایا۔ اگر اس شخص پر چھ برس کے اندر آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا۔ جو معمولی تکلیفوں سے نرالا۔ اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو۔ تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور ان سے موت مترشح نہیں ہوتی بھلا اس بندہ خدا سے کوئی پوچھے کہ کیا تمہیں "عجل" کا لفظ دکھائی نہیں دیتا۔ اور کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ گوسالہ سامری کا انجام کیا ہوا۔ کیا اسے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کیا گیا تھا؟ کیا اسے جلایا نہیں گیا تھا؟ کیا اسے دریا میں نہیں پھینکا گیا تھا؟ اور کیا بعینہٖ یہی واقعات اس شخص کے ساتھ پیش نہیں آئے۔ میرے خیال میں تو صرف عجل کا لفظ پیشگوئی کے متعلق تمام واقعات ظاہر کرنیکے لیئے کافی تھا۔ پھر خوار کیطرف

غور سے دیکھیئے۔ اور لسان العرب میں ملاحظہ کیجیئے۔ کہ خور و خوار کے لفظ کو انسان پر اس حالت میں بولتے ہیں جب وہ قتل ہونیکے وقت فریاد کرتا ہے۔ اور ہتھیار کی آواز کو بھی کہتے ہیں جو قتل ہونے کیوقت پیدا ہوتی ہے پھر "نُصب" کے لفظ کی تحقیق کیجیئے۔ لسان العرب میں اس کے معنے لکھے ہیں۔ کہ جب کوئی شخص کسی پر جان لینے کے لیئے حملہ کرے تو اسوقت بولتے ہیں نصب فلان نفلان ط پھر عذاب کا لفظ بھی قابل توجہ ہے۔ عذاب کے نمونے جو قرآن شریف میں وارد ہوئے ہیں۔ وہ سب موت کے ساتھ تھے۔ کیا تم بھول گئے۔ کہ لوط کی قسم کیسا تھ کیا ہوا۔ یہی نا کہ انپر پتھراؤ ہوا تو اس کا انجام کیا تھا موت! نوح کی قوم پر کونسا عذاب نازل ہوا۔ طوفان۔ اسکا انجام کیا تھا۔ موت۔ خود ہمارے نبی کریم صلعم کے مخالفین پر کیا عذاب نازل ہوا۔ تلوار۔ اسکا انجام کیا تھا۔ موت پس عذاب کا لفظ حقیقت حال جتانے کے لیئے کافی تھا۔ بشرطیکہ کوئی سمجھنے والا ہو پھر اردو پیشگوئی میں صاف فرمایا۔ معمولی تکلیفوں اور بیماریوں سے نرالا اور خارق عادت یعنی طبعی موتوں سے جو عادت میں داخل ہیں ان سے الگ الٰہی ہیبت رکھتا ہو۔ کہ جس کا وقوع دلوں کو ہلاوے پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ وقتاً فوقتاً اس کی تشریح فرماتے رہے ہیں اور اگر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ بعض دفعہ الہام کے معنے میں مامور من اللہ سے غلطی بھی ہو جاتی ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ ان کے کوئی بھی معنی معتبر نہ ہوں۔ بلکہ غلطی کا وقوع صرف اسی الہام کے معنے میں ممکن ہوتا ہے جس کی تفہیم نہ ہو اور وہ بھی عارضی طور سے ہوتی ہے۔ اسپر اصرار نہیں ہوتا۔ اور اس واقعہ کے متعلق تو حضرت صاحب نے کئی تحریروں میں اشارے کئے ہیں۔ چنانچہ کرامات الصادقین میں تحریر فرمایا۔ کہ بشرنی ربّی بموته فی ست سنین ان فی ذٰلك لاٰية للطالبين۔ اسکی موت کی

بشارت چھ سال کے اندر اندر دی اور اس میں طالبانِ حق کے لیئے نشان ہیں)
یہ مت کہو کہ جب ایکبار پیشگوئی ہوچکی۔ تو بار بار پیشگوئی کرنے سے فائدہ کیا ہے کیونکہ وہ
پیشگوئی ہے تو یہ حسب موقعہ اس کی تشریح ہے۔ کیونکہ مخالفین کی تحریر سے اصرار
کیا جاتا تھا۔ کہ ٹھیک طور سے اطلاع دیجاوے کیونکہ ممکن ہے کہ اسے صرف سر
درد یا کوئی اور دُکھ ہو۔ اور آپ اسے تکلیف وعذاب میں داخل فرمالیں۔ سو ایسے
لوگوں کو سمجھانے کے لیئے صاف صاف لکھدیا گیا۔ سر سیدؔ کو بھی اس کی طرف
توجہ دلائی گئی۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہاں مکن انکار زیں اسرار قدرتہائے حق ٭ قصہ کوتاہ کن ببیں از ما دعائے مستجاب

(دیکھو صفحہ ۲۔۳۔۴ سرورق برکات الدّعا) کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۴ پر
درج ہے۔ "وبشرنی ربّی وقال مبشرًا۔ ستعرف یوم العید والعید اقرب۔ میری
رب نے بشارت دی۔ اور بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ تو عید کے دن کو پہچانیگا
اور عید اس واقعہ کے بہت نزدیک ہے۔ یہ معنے تو نہیں ہوسکتے۔ کہ تو عید کے
دن کو پہچانیگا اور عید بہت نزدیک ہے عید کے پہچاننے میں کونسی نرالی اور انوکھی
بات ہے اس طرح تو کلام لغو ٹھہرتا ہے۔ پس لامحالہ یہ ایک پیشگوئی تھی جس کی تائید
بشرنی ربّی سے بھی ہوتی ہے اللہ اکبر وحی آلہی نے سب کچھ بتادیا۔ چھ سال کے
اندر اندر چھٹی تاریخ چھٹے دن (ہفتہ) اور پھر طرہ یہ کہ چھ بجے غالبًا یہ واقعہ پیش
آیا۔ اس شعر پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس کے آگے پیچھے لیکھرام کا ذکر نہیں
اجی! اسکے ذکر کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت جی اپنے مخالف کو کہہ رہے ہیں۔ کہ
میں ہر حرب میں غالب ہوں چنانچہ آریہ اور مجھ میں ایک حرب واقعہ ہوئی ہے
سو اسکی نسبت پیشگوئی ہے کہ ستعرف یوم العید والعید اقرب سمجھے اب؟
اپنے صداقت کی دلیل دی ہے۔ کہ عنقریب ایک نشان ظاہر ہوگا۔ چنانچہ اس سے

پہلے شعر میں فرماتے ہیں الا اننی فی کل حرب غالب ٭ فکدنی بما زورت فالحق یغلب (میں ہر میدان میں غالب ہوں۔ تو اپنا زور زُود لگالے آخر کار حق ہی غالب ہو گا)، چنانچہ حق ہی کی فتح ہوئی۔ گویا اپنے مخالف کو جو مکذّب ہے عام اس سے کہ وہ مسلمان ہے یا کوئی اور۔ مخاطب کرکے فرمارہے ہیں کہ اے میرے دشمن۔ تو میری کب تک تکذیب کریگا۔ تو ایک مومن کو کافر کہے گا۔ اور خود خدا کا فرمانبردار بندہ بنیگا۔ پھر اپنے صدق کی دلیل دی ہے کہ دیکھ میری صداقت کا نشان ظاہر ہونیوالا ہے چنانچہ اس کی نسبت نشان بھی دیدیا۔ کہ بشرانی ربّی الخ باوجود اسبات کے کہ یہ پیشگوئی بالکل صفائی سے پوری ہوگئی پھر بھی یہ لوگ خواہ مخواہ جھوٹے اعتراض کرتے ہیں کہ موت میں خرق عادت نہیں ہے ارے میاں؟ کیا کسی کا موت کا موت بقید تاریخ وفات بتا دینا خرق ہے یا نہیں ہے اگر کہو ایسا نجومی بھی کرسکتے ہیں، تو اوّل تو انکو یقینی علم حاصل نہیں پھر وہ اس تحدّی سے دعوٰی نہیں کرسکتے دوم یہ اعتراض تو دوسرے نبیوں پر بھی ہوسکتا ہے۔ جو ان کی بابت جواب دوگے وہی ہمارا جواب ہوگا۔ مثلاً کوئی کہدے کہ غلبہ روم کی خبر ایسے ہی طریقے سے تھی۔ تو اسکا کیا جواب ہے۔ پھر عذاب کی نوعیت پر جھگڑا کرتے ہیں ایک حضرت نظیریں پیش کرتے ہیں کہ چھُری سے مارا جانا معمولی بات ہے وہ صاحب ذرا مہربانی فرماکر خود ہی فرمادیں کہ کیسا اسپر عذاب نازل ہونا چاہئیے تھا۔ اور کس طریقے سے اس کی موت ہونی چاہیئے تھی۔ جو آپ کے نزدیک مسلّم ہوتی ہیں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ آپ پیش کرینگے اس کی کئی نظیریں دی جاسکینگی۔ اور پھر آپکا یہی اعتراض خود آپ پر وارد ہوگا۔ ہم نہیں سمجھتے۔ کہ قتل کی موت سے بڑھکر کوئی اور صورت بھی ایسی ہے جو دنیا میں دہشت اور شور و غوغا کو پھیلادے۔ اور دلوں کو ہلاوے جیسا کہ پیشگوئی میں ذکر تھا

یہ کہنا کہ یہ سب باتیں مرزا صاحب نے بعد میں بنالیں کسقدر افسوس کی بات ہے یہ اعتراض پڑھکر مجھے ایک عیسائی کا اعتراض یاد آگیا۔ کہ پیغمبر اسلام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو بھی قرآن میں وہ باتیں نہ سوجھی ہونگی جو خود محمدی عالموں نے بعد میں نکات قرآنیہ کی صورت میں پیش کیں پھر وہ عیسائی کہنے لگا۔ کہ ایسی کئی کتابیں ہیں جنکو مصنفوں نے بالکل سادہ لکھا۔ مگر بعد میں اس کے پڑھنے والوں نے کئی کئی نکات بیان کئے وغیرہ وغیرہ اگر کسی میں ذرا بھی انصاف ہو تو وہ ان اشعار کو پڑھے جن میں ایک یہ شعر بھی ہے۔

الا اے دشمن نادان و بیراہ ٭ بترس از تیغ بُرّان محمدؐ

اسی قصیدہ کے نیچے ایک ہاتھ بنا ہوا ہے اور لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشگوئی ہیں لکھا ہوا ہے۔ کیا اتنی باتوں کے ہوتے بھی کسی کو شک رہ سکتا ہے کہ یہ پیشگوئی صاف طور سے بیان نہیں کی گئی۔ یا یہ کسی پہلو سے پوری نہیں ہوئی۔ ہاں خوب یاد آیا اس بات پر بھی اعتراض ہے۔ کہ عید کے دن گوسالہ سامری کو نہیں جلایا گیا۔ اچھا صاحب نہ سہی۔ تو بھی اتنا تو آپ کو اقرار ہے۔ کہ عید کے بعد قریب قریب یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ جیسا کہ خروج ۳۲ باب ۲۸ آیت سے آگے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے پس پھر بھی لیکھرام کی اس سے مماثلت ہوگی۔ کیونکہ اسکا قتل بھی عید کے بعد قریب ہی واقعہ ہوا ہے۔ باقی رہیں حضرت مرزا صاحب کی نسبت سوء ظنیاں سو یہ سنت اللہ ہی اسیطرح ہے چنانچہ ایک تمثیل کے پیرایہ میں حضرت آدم خلیفۃ اللہ کی نسبت یسفک الدماء (خونریزیاں کریگا) فرما کر ظاہر کردیا۔ کہ آدم ثانی کی نسبت بھی لوگوں کا ایسا ہی خیال ہوگا۔ مگر یہ بالکل جھوٹ اور افترا ہوگا جیسا کہ حکام بالادست کی تحقیقات سے ثابت ہوگیا۔ خود ہمارے نبی کریم صلعم کی نسبت عیسائی اعتراض کرتے ہیں

کہ انھوں نے کئی آدمیوں کو جبراً مروادیا۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے اور وہ ذات مبارک اس قسم کے امور سے بالکل پاک۔ ایسا ہی مسیح موعود کی نسبت اس قسم کی بظنیاں خباثت طبع سے ہیں اخیر میں ہم یہ بھی ظاہر کئے دیتے ہیں۔ کہ اس واقعہ قتل سے آنحضرت صلعم کی حدیث والی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ کہ مسیح موعود کے زمانے میں ایک شخص قتل کیا جائیگا۔ اور آسمانی آواز جو رمضان میں آئیگی۔ گواہی دیگی کہ یہ شخص غضب الٰہی سے مارا گیا اور شیطان آواز دیگا۔ کہ مظلوم مارا گیا۔ کہ آسمانی آواز کے متعلق جو کشف حضرت مسیح موعود کو ہوا۔ اور پیش از وقت شایع کیا گیا۔ اس کا ذکر کسی دوسری جگہ ہو چکا ہے۔ یاد رکھو۔ کہ یہ واقعہ اس واقعہ سے پوری پوری مماثلت رکھتا ہے جو حضرت رسالتمآب خاتم الانبیاء کو پیش آیا۔ کہ خسرو پرویز کی شامت آئی تو اس نے اپنے گورنر کی معرفت آنحضرت کی گرفتاری کا پروانہ بھیجدیا۔ آپ نے فرمایا۔ میرے خداوند نے تمہارے خداوند کو اسی کے بیٹے شیرویہ کو اسپر مسلط کر کے قتل کر دیا ہے چنانچہ ایسا ہوا جیسی جلالی رنگ میں یہ پیشگوئی تھی۔ ویسی ہی یہ لیکھرام والی پیشگوئی ہے۔ واقعی اس نے بہت سے دلوں کو کھینچ لیا۔ اور ایک مختصر نامہ طیار ہوا۔ جس پر اس کے سچے نکلنے کی بلا تفریق مذہب تین ہزار ہندو مسلمانوں نے تصدیق کی۔

(۳) مرزا احمد بیگ کے متعلق پیشگوئی جو ہے اس میں اس کی موت تو حسب پیشگوئی میعاد کے اندر ہو چکی باقی ایک حصہ باقی تھا۔ جو چونکہ وعید تھا۔ اور وعید الٰہی میں توبہ استغفار سے تاخیر[۱]

[۱] وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون۔ اور نہیں اللہ ان کو عذاب دینے والا اس حالت میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔

ہونا ممکن ہے اسلیئے اس میں تاخیر واقع ہوئی۔ جیسے حضرت یونسؑ کی پیشگوئی والا عذاب توبہ استغفار سے ٹل گیا۔ ایسے ہی جب اس خاندان میں موت واقعہ ہوئی تو سب کے سب ڈر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ ارادوں میں تزلزل آگیا۔ تو سنتہ اللہ کے موافق وعید میں تاخیر واقع ہوگئی۔ الہام یردّھا الیك میں یہ بھی ایک نکتہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ موافق آیت قرآنی انا رادوہ الیك۔ یہ ضروری تھا۔ کہ پہلے کسی اور کے قبضے میں جائے اور یہ جو خطوط پیش کیئے جاتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے متعلقین کو لکھے ان سے تو ان کی اور صداقت ثابت ہوتی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی باتیں پوری کرنے کی کس قدر فکر ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے اور نبی باوجود وعدۂ نصرت کے جنگ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دین حق کی طرف لانے کے لیئے طرح طرح کے مساعی جمیلہ عمل میں لاتے تھے تو کیا اپر اعتراض ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کیوں کوشش کی۔

کیا انبیاء علیہم السلام کو کتب اللہ لاغلبنّ انا ورسلی (میں اور میرے رسول ضرور غالب ہوتے رہینگے) اور حقاً علینا نصر المومنین (ہم پر ایمانداروں کی نصرت ضروری ہے) سن کر یہ چاہیئے۔ کہ ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر بیٹھ رہیں۔ کیونکہ غالب کرنیکا وعدہ ہو چکا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اپنی طرف سے کوشش چاہیئے یہ دوسری بات ہے۔ کہ بعض مصلحتوں کے سبب سے اسکے پورا ہونے میں تاخیر ہو جائے۔ ہم تو ان خطوط کو جب پڑھتے ہیں۔ تو ان سے ایک لذیذ ایمان حاصل ہوتا ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے مولیٰ کریم کا کسقدر بھروسہ ہے تم تمام خطوط غور سے پڑھ جاؤ۔ کہیں بھی اپنی نفس کی بہتری کا ذکر نہیں بلکہ محض اللہ اور اس کے رسول کے دین کے غلبے کا تذکرہ ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو دین کی پروا نہیں رکھتے۔ اسی فقرے سے فضل احمدؐ کے عاق کرنے کے سوال کا جواب ملسکتا ہے۔ اصل میں پیشگوئی کے باقی حصے کی نسبت جواب سوال محض فضول ہیں جب تک کہ طرفین زندہ ہیں صبر سے انتظار کرنا چاہیئے اور حسن ظن سے کام لینا چاہیئے۔ میں نے فتوح الغیب میں پڑھا ہو کہ حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ بعض اوقات ولی اللہ سے کوئی وعدہ کیا جاتا ہے اور پھر اس میں تاخیر ڈالی جاتی ہے۔ بلکہ بعض دفعہ وہ تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے بہتر اپنے ولی کو دیتا ہے۔ ممکن ہے یہ وعدہ اسی قسم سے ہو اور کسی الٰہی مصلحت سے مؤخر ہو اور اسکا نعم البدل کسی اور شان میں ملجائے۔ غرض اس کے متعلق زیادہ گفتگو ایسی ہے جیسی حضرت مرزا صاحب کے حج اور قبر کے ایک ہونیکے متعلق۔"



(۴) مولوی محمدؐ حسین کے متعلق جو پیشگوئی تھی۔ وہ بالکل صفائی سے پوری ہوگئی گمر مخالفین ہیں کہ اپنی عادت کے موافق برابر اعتراض کئے جاتے ہیں پیشگوئی کی بنا اسبات پر تھی کہ مولوی صاحب موصوف نے ایک استفتا لکھا یا تھا۔ کہ مرزا صاحب مہدی کے منکر ہیں اور اسپر کفر کی مہریں ثبت کرائیں۔ دوسرا مشہور کیا کہ جاہل ہے اور علم عربی سے بے بہرہ۔ اور گورنمنٹ انگریزی کا بدخواہ اور بغاوت کے خیال رکھتا ہے۔ الہام الٰہی میں یہ لفظ تھے۔ کہ جزاء سیئۃ بمثلھا۔ کہ بدی کی سزا اسکی مثل ہے۔ پس مثلی ذلّت مقصود تھی۔ جو پورے طور سے واقعہ ہو گئی حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں "محمدؐ حسین نے اس پیشگوئی کے بعد پوشیدہ طور پر ایک انگریزی فہرست اپنی ان کارروائیوں کی شایع کی جن میں گورنمنٹ کے

مقاصد کی تائید کی ہے۔ کہ میں نے اشاعۃ السنّۃ میں لکھا ہے کہ مہدی کی حدیثیں صحیح نہیں۔ یہ پوشیدہ راز کھل گیا۔ اور وہ ذلّت ہوگئی جس کی پیشگوئی ہوچکی تھی۔ ایک عالم کیلئے اس سے بڑھکر کیا ذلّت ہوسکتی ہے کہ اسکے متعلق ظاہر ہو کہ وہ ظاہر میں اور اعتقاد رکھتا ہے اور باطن میں اور یہ دورنگی قابلِ افسوس تھی ایک استفتا مرتب ہو کر علماء کے اسپر دستخط بھی ہوگئے کہ جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ ایسا ایسا ہے یعنی بعینہٖ وہی لفظ جو حضرت مرزا صاحب کے متعلق لکھے جاتے تھے۔ مگر جب فتویٰ دینے والوں کو معلوم ہوا کہ ہم نے یہ سب کچھ مولوی محمد حسین کے متعلّق لکھا ہے تو وہ الہام پورا ہوا۔ کہ یعض الظالم علیٰ یدیہ ظالم اپنے ہاتھ کاٹیگا۔ اور افسوس کریگا۔ کہ مینے ایسا کیوں لکھا۔ اگر یہ اعتراض ہے کہ پھر ایسا عقیدہ ظاہر ہونے سے علماء کو اس سے ایسی نفرت ہی کیوں نہیں ہوگئی جیسی مرزا صاحب سے ہوچکی ہے تو اس کا جواب خود معترضین کے ذمے ہی ہے جب تک دو دلوں میں کوئی خاص مناسبت نہ ہو۔ یہ اتحاد نہ ہوتا۔ آپ خود ہی فرمائیں کہ کیا ایسی کارروائی عام نگاہ میں پسندیدگی سے دیکھے جانیکے قابل ہو۔ غرض خداوند غیب دان کا فرمودہ پورا ہوگیا۔ پھر عربی کی نسبت ذلّت ہونے کی پیشگوئی اسی طرح پوری ہوئی کہ مولوی صاحب نے حضرت جی کے اس الہامی فقرے انجب لامری پر اعتراض کردیا۔ کہ لام صلہ نہیں چاہیئے تھا۔ من امری آتا ہے اس کے متعلق جب حدیث پیش کی گئی۔ کہ عجبنا لہ لیبٹالہ، ویصد قہ کیسے درست ہوئی۔ تو واقعی ایک سرگروہ اہلحدیث کے لئے جسکو علم حدیث کا دعویٰ ہے پیشگوئی پوری ہونے میں کچھ بھی کسر نہیں رہ جاتی۔ اسکے علاوہ بہت سی عربی شعراء کے اشعار پیش کئے گئے۔ عجبا لاحمد

عجبت لعبد عجبت بِمسرا اہا وانا تخلصت الخ۔ اس کے جواب الجواب میں یہ کہنا کہ میں نے تو صرف یہ کہا تھا۔ کہ قرآن شریف میں صلہ من آیا۔ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ بھلا ان حضرت سے کوئی پوچھے۔ کہ لام کے ساتھ صلہ آنے میں آخر آپ کو کوئی شک ہی تھا۔ تو اعتراض کیا۔ اگر درست سمجھتے تھے تو پھر ایسا لکھنے کی وجہ کیا تھی۔ غرض اس چھوٹے سے اعتراض سے جو بڑے دعوے سے کیا گیا تہا۔ یہ شہادت ملگئی۔ کہ مولوی موصوف آئے دن جو حضرت صاحب کی عربی کتب کی غلطیاں شایع کرتا ہے۔ تو وہ غلطیاں ایسی ہی ہوتی ہیں جیسی عجب کے لام صلہ آنے کی نسبت گویا اس اعتراض سے ہمیشہ کے لیئے ان اغلاط کا فیصلہ ہوگیا۔ جو مخالف بڑے دعوے سے پیش کرتا ہے اسے صرف اتنی بات سے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ جو کچھ کہتا ہے۔ اپنی نادانی سے کہتا ہے پس یہ اعتراض کہ اگر مولوی محمد حسین کی ایک غلطی ہوگئی۔ تو کیا ہوا مرزا صاحب ہزاروں غلطیاں کرتے ہیں۔ دور ہوگیا۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوگیا۔ کہ مخالف جو غلطیاں نکالتا ہی وہ کس قسم کی ہوتی ہیں۔ پھر مقدمہ میں عدالت کے سامنے اس معاہدہ پر مولوی محمد حسین سے دستخط کرائے گئے۔ کہ وہ آیندہ حضرت خلیفۃ اللہ کو دجال کافر نہ کہیگا۔ حضرت مرزا صاحب اس کے متعلق رقمطراز ہیں کہ "اس اقرار کے بعد وہ استفتا اس کا کہاں گیا۔ جسکو اسنے بنارس تک قدم فرسائی کر کے طیار کیا تھا۔ اگر فتویٰ دینے میں راستی پر ہوتا تو حاکم کے روبروئے یہ جواب دینا چاہیئے تھا کہ میرے نزدیک بیشک یہ کافر ہے۔ اسلیئے میں اسکو کافر کہتا ہوں۔ اور دجال بھی ہے اسلیئے اسکا نام دجال رکھتا ہوں۔ پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہوگی۔ کہ اس شخص نے اپنی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے گرایا۔ یہ کس قسم کی ذہانت ہی۔ کہ اس نے حاکم کے خوف

تمام فتووں کو برباد کر لیا۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت صاحب کی طرف سے بھی اِس معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ سو اس میں کوئی ہرج نہیں اور نہ ذلّت کا موجب ہے۔ چنانچہ اسکا جواب حضرت اقدس خود دیتے ہیں کہ" اگر میں نے اسبات کا انکار کیا ہے کہ میں ان کو کافر نہیں کہونگا۔ تو واقعی میرا مذہب یہی ہے کہ میں کسی مُسلمان کو کافر نہیں جانتا۔ ہاں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ جو مسلمان ہو کر ایک سچے ولی اللہ کے دشمن بنجاتے ہیں۔ ان سے نیک عملوں کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور دن بدن انکے دل کا نور کم ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ ایکدن چراغ سحری کی طرح گل۔

ایک جگہ لکھا ہے کہ میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنائے پھر فرمایا۔" اگر میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک مسلمان ہوں۔ تو مجھکو کافر بنانے سے رسول اللہ صلعم کا فتوے انپر یہی ہے کہ وہ خود کافر ہیں۔ سو میں انکو کافر نہیں کہتا۔ بلکہ وہ مجھکو کافر کہکر خود فتوے نبوی کے نیچے آتے ہیں۔" باقی رہی یہ بات کہ موت کی پیشگوئیاں شایع کرنے سے روکا گیا ہے۔ سو یہ بھی ان کی تبلیغ دین حق میں ہارج نہیں کیونکہ آپ اپنی انجام آتھم میں وعدہ کر چکے ہیں۔ کہ ہم اب ان علماء کو مخاطب نہیں کرینگے۔ پس جب تک کسی سے درخواست نہ ہو اس قسم کی پیشگوئی شایع نہ کرنیکا پہلے ہی آپ عہد کر چکے ہیں پس ان مولوی صاحبان نے حضرت اقدس کی پرائیویٹ زندگی کے متعلق اسقدر گندے گالیوں سے بھرے ہوئے اشتہار شایع کیئے کہ خدا کی پناہ۔ یہ اشتہار مقدمے میں شاملِ مِثل کیئے گئے۔

حضرت تحریر فرماتے ہیں" پس ایک عقلمند انسان کے لیئے یہ ذلّت کچھ تھوڑی نہیں کہ اس کے خلاف تہذیب اور سفلہ پن کی عادات کے کاغذات

عدالت میں پیش کیے جائیں اور پڑھے جائیں۔ اور عام اجلاس میں سب پر یہ بات کھلے اور ہزار ہا لوگوں میں شہرت پائے کہ مولوی کہلا کر ان لوگوں کی یہ تہذیب اور یہ شائستگی ہے۔ اب خود سوچ لو کہ کیا اس حد تک کسی شخص کی گندی کارروائیاں گندے عادات گندے اخلاق حکام اور پبلک پر ظاہر ہونا کیا یہ عزت ہے۔ یا بے عزتی۔ پھر فرماتے ہیں جب محمد حسین کو یہ فہمایش کی گئی کہ آیندہ ایسی گندی تحریریں شایع نہ کرے اور کافر دجال کاذب بھی نہ کہے۔ تو مسٹر براون صاحب ہمارا وکیل بھی بے اختیار بول اٹھا۔ کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔" عدالت نے اس روک میں فریقین کو احتیاطاً شامل کیا تھا۔ ان سے پوچھنا چاہیے۔ کہ اس کارروائی کے دوران میں جب کہ وہ محمد حسین اور جعفر زٹلی کے گندہ زبانی کے کاغذات پیش کر رہے تھے۔ کیا میری گندہ زبانی کا بھی کوئی کاغذ انکو ملا۔

غرض ایسے دشنام آمیز اشتہارات کی اشاعت سے روکا جانا بھی حضرت کی صداقت کا نشان ہے۔ اور اس الہام کو پورا کرتا ہے "ظالم اپنے ہاتھ کاٹیگا۔ اور اپنی شرارتوں سے روکا جائیگا"۔ ایک اور امر بھی موجب ذلت ہوا وہ یہ کہ مولوی محمد حسین نے اخبار میں شایع کیا۔ کہ مقدمے میں حضرت مرزا صاحب بری نہیں ہوئے بلکہ مقدمہ ڈسچارج ہوا ہے اور بڑے زور سے دعویٰ کیا۔ کہ ڈسچارج بری کو نہیں کہتے۔ بلکہ جس پر جرم ثابت نہ ہو سکے اسکا نام ڈسچارج ہے۔ یہ ایک محض افترا تھا۔ ڈسچارج کا ترجمہ بری ہی ہے۔ جہاں حاکم مجوز کی نظر میں جرم کا ابتدا ہی سے کچھ ثبوت نہ ہو اور کسی وجہ سے مجرم نہ ٹھہرایا جا سکے اور ایکیٹ اسجگہ بولتے ہیں۔ جہاں جرم ثابت ہو جائے اور پھر مجرم اپنی صفائی کا ثبوت دیکر اس الزام سے رہائی پائے۔ غرض پہلی صورت میں بری بولینگے اور دوسری میں بریّٰ۔ حضرت صاحب تحریر فرماتے ہیں "اگر بری کا لفظ جو قرآن

نے آیت یرم بہ بریّا میں استعمال کیا ہے صرف ایسی صورت میں بولا جاتا ہو جبکہ کسی کو مجرم ٹھہرا کر اسپر فرد قرارداد جرم لگائی جائے اور پھر گواہوں کی شہادت سے اپنی صفائی ثابت کرے۔ اور استغاثہ کا ثبوت ڈیفنس کے ثبوت سے ٹوٹ جائے۔ تو اس صورت میں ہر ایک شریر کو آزادی ہو جاتی۔ کہ ایسی تمام عورتوں پر زنا کا الزام لگائے جنہوں نے گواہوں کے ذریعے سے عدالت میں ثابت نہیں کر دیا۔ کہ وہ زانیہ نہیں ہیں" اور جب تک وہ بذریعہ شہادتوں کے اپنی عفت کا عدالت میں ثبوت نہ دیں۔ تب تک جو شخص چاہے۔ ان کی عفت پر حملہ کیا کرے اور انکو ٹھیر ہی قرار دے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ معنی آیت کے صریح مخالف ہیں۔ اس ذلّت پر اعتراض کیا جاتا ہو۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے بھی اپنے بعض انگریزی کے الہام کے معنے نہیں لکھے۔ اجی حضرت! انگریزی کا نہ جاننا ذلت نہیں ہو بلکہ یہاں تو ہے آنکس کہ نداو ندو داند کہ بداند الخ والا معاملہ ہو کی سرے سے ہی انکار اور کجا مشیخت مآب بنکر دعوے کرنا کہ ہاں اس سے یہ مراد ہے اور پھر اس میں خطا کا نکلنا۔ سمجھے آپ؟ اسی میعاد میں صاحبزادہ والا شان مبارک احمد (سلمہ اللہ الاحد) کا پیدا ہونا بھی حضرت مسیح موعود کی عزت کا نشان تھا۔ کیونکہ اس کی پیدایش کی نسبت پہلے اطلاع دیجا چکی تھی اور یہ بھی پیشگوئی تھی کہ عبد الحق نہ مریگا جب تک یہ مولود پیدا نہ ہولے۔

یاد رہے۔ کہ دنیا میں تین قسم کی ذلّت ہے جسمانی جو جرائم پیشہ اور کمینہ لوگوں کو ہوتی ہے۔ دوسرے اخلاقی ذلّت جبکہ کسی کی اخلاقی حالت گندی ثابت ہو۔ تیسرے علمی پردہ دری کی ذلت۔ اب دیکھ لیجیے۔ کہ اخلاقی ذلّت ظہور میں آگئی۔ عالمانہ ذلّت بھی۔ اب کیوں ویسی گالیاں نہیں دے سکتا ہے چند حوالے دیئے گئے ہیں کہ مولوی موصوف کے رفیق لاہوری نے مخالفانہ

اشتہار شایع کئے ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ آیا واقعی طرز تحریر بدلا ہے یا نہیں۔ کیا وہ اسی طرح گندہ زبانی سے کام لیتا ہی۔ یا اس میں کچھ اور رنگ آگیا ہے۔ بس اشتہاروں کے حوالے بیہودہ ہیں کیونکہ مطلب تو دجال وغیرہ کہنے اور ذاتیات پر بیجا حملہ کرنے سے ہے۔ کہ آیا اس سے رو کے گئے یا نہیں؟

مخالفین کی طرف سے بار بار سنایا جاتا ہے کہ ان کو زمین مل گئی۔ یہ موجب عزّت ہی ہم جہانتک خیال کرتے ہیں۔ یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ زمین ان کا ردو ایڈ کا جو حضرت مرزا صاحب کی تائید و صداقت کی پیشگوئیں ظاہر ہوئیں ایک بیّن نشان ہے گویا جب تک وہ زمین ان کے قبضہ میں رہے گی۔ یہ بات یاد رہے گی کہ یہ زمین فلاں طریقے سے حاصل کی گئی تھی۔ جس کا ذکر پچھلی سطور میں ہو چکا ہے؛

حضرت تحریر فرماتے ہیں۔ گورنمنٹ کو خوش کرنے کے لیئے مہدی کا انکار کردیا۔ وہ رسالہ اس کا پکڑا گیا۔ اسپر اسی کے بھائیوں نے کفر کا فتوی بھی لگادیا۔ اب کہو کہ اس منافقانہ کارروائی سے اس کی عزت ہوئی۔ یا ذلّت۔ جو شخص مولوی و متقی ہونیکا دعوی کرتا ہے اسکا منافقانہ چلن اگر ثابت ہوجائے تو اس سے بڑھکر کوئی ذلّت نہیں۔ منافق سے ذلیل تر کوئی نہیں ہوتا پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہتے ہیں ان کو تو زمین ملگئی حالانکہ یہی زمین تو انکی ذلّت کی گواہ ہے۔ اور دورنگی پر شاہد ناطق۔ جبتک وہ زمین ان کے ہاتھ میں ہے۔ یہ دورنگی بھی اس زمین کا ایک پھل متصوّر ہوگی۔ اور تم تحقیق کرلو۔ کہ یہ تمام کامیابی ایک منافقانہ کارروائی کا نتیجہ ہے۔

رہی عزت جعفر زٹلی کی پس ان لوگوں کا کوئی مستقل وجود نہیں۔ یہ سب مولوی محمد حسین کے سایہ میں ہیں انکا ایڈوکیٹ جو ہوا جبکہ ان کے ایڈوکیٹ

کی ذلّت ثابت ہو گئی۔ تو کیا ان کی ذلّت پیچھے رہ گئی سایہ اصل کا ہمیشہ تابع ہوتا ہی جبکہ اصل درخت ہی گر پڑا۔ تو سایہ کیونکر کھڑا رہ سکتا ہے۔

(۵) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بڑی دردمندانہ دعا مانگی تھی۔ کہ اے میرے قادر مطلق خدا میری تائید میں تین سال کے اندر اندر کوئی نشان ظاہر کر چنانچہ اس کے مطابق ایک چھوڑ کئی نشان ظاہر ہوئے۔ ان تین سالوں کے اندر جماعت سوا لاکھ کے قریب ہو گئی۔ کہاں چند ہزار اور کہاں لاکھ یہ سب فضل خداوندی ہے۔ سب سے بڑا نشان تو یہی تھا۔ کہ باوجود اسقدر مخالفانہ کوششوں کے یہ جماعت بڑھتی گئی۔ نیز آپ نے پانچ دن کے اندر اندر ایک کتاب اعجاز احمدی چھپوا کر شایع کی جس میں مخالفین کو بڑی تحدّی کیساتھ اسکی مثل لانیکے لیئے لکھا۔ چنانچہ تحریر فرمایا۔ ”اگر انھوں نے اس قصیدہ اور اردو مضمون کا جواب شایع کر دیا۔ تو سمجھو کہ میں نیست ونابود ہو گیا“۔ غرض اس چھ قصیدہ کا جواب بڑی غیرت دلانیوالے الفاظ سے طلب کیا گیا۔ مگر افسوس کہ مخالفین سے کسی کو بھی یہ طاقت حاصل نہ ہوئی۔ کہ وہ آپ کے مقابل کچھ بھی شایع کر دیتے۔ سب کے قلم ٹوٹ گئے اور کھسیانے ہو کر ادھر ادھر کی باتیں بنانے لگے۔ کوئی کہنے لگا عربی کی کیا ضرورت ہے ذرا انگریزی یا سنسکرت لکھو۔ یہی اعتراض عیسائی کرتے ہیں۔ جب ہم انہیں قرآن شریف کی مثل ایک سورۃ لانیکے لیئے کہتے ہیں وہ کہتے شکسپیر کی پوئیٹریوں کا جواب بھی کسی نے نہیں دیا۔ عربی کی کیوں قید ہے فلاں[1] کتاب کی مثل دکھاؤ۔ غرض کہ کئی حیلے بنائے اور اصل غرض کی طرف نہ آئے۔

[1] مجھے ایسے حیلے حوالے دیکھکر وہ آیت یاد آجاتی ہے لو نشاء لقلنا مثل ھٰذا ان ھٰذا الا اساطیر الاوّلین۔ اگر ہم چاہتے ہم اس کی مثل کہدیتے کیونکہ اگلوں کی اساطیر ہیں ایسا ہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں او اگر ہم کہنا چاہیں تو مرزا کی عربی کی مثل لادیں مگر فرصت ہی نہیں۔ یا

وہ شخص جو کہتا تھا۔ ہاں میں اعجاز المسیح کا جواب لکھ سکتا ہوں۔ وہ بالکل ناکام رہا۔ اور چھوٹے چھوٹے اعتراض کرنے لگا۔ کبھی کہتا کہ اس قصیدے میں غلطیاں ہیں۔ وہ پہلے درست کر لیں۔ مگر اس نے یوں کیوں نہ کیا۔ کہ اس اعجاز احمدی کا جواب ہی لکھدیتا۔ اسی میں وہ غلطیاں بھی لکھدیتا۔ اور اسی میں اپنا بے عیب قصیدہ جس میں اقوا و اصراف کا عیب بھی نہ ہوتا۔ نہ کوئی اور امر مخل فصاحت۔ بلاغت پیش کر دیتا۔ پبلک پر خود ہی کھلجاتا۔ کہ تم حق پر ہو۔ اور دس ہزار جو ملتا وہ علیحدہ۔ وہ قصیدہ کوئی شاعروں کے قصیدے کی طرح محض الفاظ پر ہی مبنی نہ تھا۔ بلکہ اس میں قرآنی حقایق و معارف تھے۔ اور کئی ایک پیشگوئیاں جو کلام الٰہی کا خاصہ ہیں پس یہ کہنا کہ متبنی بڑا شاعر ہوا ہے کیسی نامناسب بات ہے پھر کہنا کہ پیغمبری سے شاعری کو کچھ نسبت نہیں۔ کس قدر حمق ہے۔ کیا یہ لوگ فی کل واد یھیمون کیساتھ الا الذین اٰمنوا نہیں پڑھتے۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ زبور اشعار میں ہی۔ غرض ایسے فضول اعتراضوں کا کیا جواب دیں۔ ہاں جب دیکھا جاتا ہے کہ آریہ و عیسائی بھی ایسے ہی اعتراض قرآن کے مقابل سورۃ لانے پر کرتے ہیں تو لاریب

---

بقیہ حاشیہ :۔ ضرورت ہی نہیں۔ خدا جانے یہ فرصت کس وقت کے لئے رکھی ہوئی ہے کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی موقعہ ضرورت یا فرصت نکالنے کا آئیگا جب ایک مدعی پر زور تحدی سے کہہ رہا ہے۔ کہ اس کی مثل لاؤ یا مجھے جھٹلاؤ ان لم تفعلوا و لن تفعلوا (ہر گز ہر گز نہ کرو گے) سنا رہا ہے اور یہ کہتے ہیں پچھلے انشا پردازوں کی عبارتیں کی چوریاں ہیں۔ کاش وہ بھی ایسا کر کے دکھاتے یہ اعتراض اعانہ علیہ قوم اٰخرون (الآیۃ) کی یاد دلاتا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلعم کو بھی لوگ ایسا کہتے تھے بعض کو حکیم الامۃ کی مدد کا شک ہے گو شکر ہو ان کی عربی ادب کا نمونہ ہی اور ہے۔

مسیح موعود کی بعثت کی ضرورت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کوئی کہتا ہے قصیدہ لکھنا تو معجزے میں داخل ہے گو پرپس کی قید کیوں ہے کیا یہ بھی اعجاز ہے۔ اے نادان اس مخالف سے جو ایسا کہتا ہے پوچھ کہ خدا نے تمہیں کیوں معزول رکھا ہو کیوں تمہیں ایسے ساز و سامان نہیں دے رکھے یہ تو سراسر تمہاری بدبختی کی دلیل ہے پھر کوئی کہتا ہے کہ بیس دن کے اندر اندر مثل لانے کی کیوں شرط لگا رکھی ہے۔ تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھنے والے بات کو سمجھ بھی یا یونہی اعتراض کے لیے منہ کھولے جاتے ہیں یہ مدت اسلیئے ہے تاکہ عوام الناس بھی سمجھ جائیں کہ واقعی اس کی مثل لانے سے کل اہل علم مخالفین عاجز ہیں اوّل تو کیا یہ شرم کی بات نہیں کہ حضرت مرزا صاحب پانچ دن میں لکھیں اور تمہیں بیس دن کی مہلت دیں اور پھر یہ بھی اجازت کہ اپنے ساتھ جسے چاہو ملا لو۔ دوسرا اگر مدت مقررنہ کرے تو علماء حیلہ کر سکتے ہیں کہ ہم لکھ تو سکتے ہیں فرصت نہیں ملتی اب جب ایک خاص مدت مقرر کیگئی۔ تو روز روشن کی طرح کھل گیا۔ کہ واقعی اسکی مثل لانے سے یہ لوگ عاجز ہیں۔ ورنہ دس ہزار کا انعام یہ لوگ کب چھوڑ سکتے ہیں کیونکہ کافی مدت میں مثل نہ لاسکنا اسبات کی دلیل ہے کہ مخالفوں کے پاس صرف باتیں ہی باتیں ہیں۔

ایک یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہو کہ یہ معجزہ تو پہلے ہی سے حضرت مرزا صاحب کو حاصل تھا۔ پس اس کے لیے دعا "تحصیل" حاصل ہے اسکا جواب بالکل آسان ہے کہ پانچ دن میں اتنے ناممکن الوقوع کام کا ہو جانا بھی اس اعجاز کی ایک شان ہے جو اس سے پہلے حاصل نہ تھی۔ پھر ایک نادان کہتا ہے۔ کہ انسانی ہاتھوں سے بالا ہو کی شرط تھی اور یہ کتاب تو ہاتھوں سے لکھی گئی ہے کیا اس معترض کو معجزہ کی تعریف یاد نہیں ہی کہ وہ ایک الٰہی

فعل ہے جو ماموربن اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ مخالفین اسکے مقابل سے باوجود قدرت کے عاجز رہتے ہیں کبھی معجزے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ہیں تو کیا ہم انہیں آسمانی نشان نہیں کہینگے مطلب تو صرف اتنا ہے کہ باوجود تحدّی کے دوسرے انسان اس کا مقابلہ کرنیسے عاجز رہ جائیں چنانچہ صاف ظاہر ہے کہ تم مخالفین عاجز رہ گئے۔ یہ ایک الہٰی فعل تھا جب ہی تو عاجز رہے ورنہ کیا ایک انسان کے کام کا مقابلہ دوسرا انسان نہیں کرسکتا؟

(۶) طاعون کے متعلّق حضور انور نے ۶ر فروری ۹۸ء کو اشتہار دیا۔ کہ میں نے دیکھا ہے کہ ملک پنجاب میں طاعون کے پودے ملائک لگا رہے ہیں توبہ سے یہ ایسے عذاب ٹل سکتے ہیں۔ نادان لوگوں نے ناعاقبت اندیشی سے اس خبر کی جو محض ہمدردی بنی نوع انسان کے لیئے دی گئی تھی ہنسی اڑائی۔ مگر آخر دیکھ لیا۔ جو کچھ اس ہنسی اڑانیکا نتیجہ ہوا۔ دوسرے جاڑے کی نسبت جو کہا جاتا ہے کہ طاعون زور سے نہ پھیلا تھا۔ تو یہ کوئی اس خواب کے منافی نہیں کیونکہ اشتہار میں یہ نہیں لکھا۔ کہ اسی سال زور سے پھیلیگا۔ بلکہ شروع ہونے کی خبر دی چنانچہ ایسا ہی ہوا کسی خاص شہر کا حوالہ کہ اس میں اموات کم ہوئی فضول ہے کیونکہ اپنے اپنے مقررہ وقت پر ہر کام ہوا کرتا ہے۔ عذاب کے لیئے مستعجل نہیں ہونا چاہیئے امید ہے کہ اس سال زیادہ زور سے نہ پھیلنے کی شکایت دفع ہوگئی ہوگی۔

نومبر کا مہینہ بیماری کے زور کا (دافع البلاء میں) نہیں لکھا گیا۔ بلکہ اسمیں الہٰی دروازہ کھولا جانیکی خبر ہے یعنی پھر شروع ہوجائیگی۔

(۷) حفاظت قادیان کے متعلق انہ اوی القریۃ کا الہام ہے اوٰی اس موقع پر بولا جاتا ہے جہاں مصیبت کے بعد آرام آئے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے قادیان کو اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھیگا۔

یعنی طاعون جارف نہ ہوگا۔ مطلق طاعون کی نفی نہیں اور یہی مریدین کی نسبت وعدہ ہی الا الذین علوا باستکبار کا استثنا موجود ہے۔ سوچ سمجھ کر اعتراض کرنا چاہیئے۔ الحمد للہ کہ ابھی تک قادیاں طاعون سے بالکل پاک ہے چند آدمیوں کے نام مشتہر کیئے گئے تھے۔ کہ طاعون سے مرے۔ مگر ایڈیٹر صاحب الحکم نے نام بنام اس کی تردید اور ان کی اصلی بیماری کی تشریح کردی تھی اس خبر کے جھوٹا ہونے کی صرف یہی دلیل کافی ہے کہ بڑے زور شور سے لکھا گیا تھا۔ کہ مولوی نورالدین صاحب حکیم الامتہ کی ایک رشتہ دار عورت اس مرض میں گرفتار ہوئی۔ مگر جب اس کی تردید ہوئی تو مخالفین شرمندہ ہوئے نوٹس دینے پر پیسہ نے بھی اس خبر کو واپس لیا۔ "نسبتاً آرام ہے"۔ سے یہی مطلب ہے کہ جو کچھ اور مقامات میں گذر رہا ہے۔ وہ یہاں نہیں۔ بلکہ آرام ہے۔ تاویل لایرضی بہ القایل نہیں کرنی چاہیئے۔

(۸) اعجاز احمدی میں لکھا ہوا ہے۔ مولوی ثناء اللہ کے ذریعے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہونگے (۱) وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لیئے میرے پاس ہرگز نہ آئینگے۔ اور سچی پیشگوئی کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا انکے لیئے موت ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مولوی مذکور صرف پبلک میں سچا ہونے کے لیئے قادیان گیا۔ مگر حضرت مرزا صاحب کے پاس نہ گیا۔ بلکہ آریہ کے مکان پر اترا ویقولون للذین کفروا ھٰؤلاء اھدٰی من الذین اٰمنوا سبیلاً ط پہلے تو بڑی سیدھی سادھی عبارت میں خط لکھا۔ اور اپنے تئیں طالب حق ظاہر کیا۔ اور حضرت مرزا صاحب سے ذاتی خصومت وعناد نہ ہونے کی قسم کھائی مگر جب مسیح موعود کی طرف سے جواب آیا۔ تو پھر رنگ بدل لیا۔ حضرت صاحب نے صاف لکھدیا کہ "اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک و

شبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا انکے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعویٰ سے تعلق رکھتی ہوں۔ رفع کرائیں۔ تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی۔ پھر فرمایا آپ نے اس رقعہ میں دعویٰ تو کردیا ہے۔ کہ میں طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ اس دعوے پر آپ قائم رہ سکیں کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ہر ایک بات کو کشاں کشاں بیہودہ اور لغو مباحثات کی طرف لے آتے ہیں (صدقت یا رسول اللہ) پھر فرمایا۔ آپ اول یہ اقرار کردیں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جاینگے وہی اعتراض کرینگے جو آنحضرت صلعم یا حضرت عیسیٰ یا موسیٰ یا حضرت یونسؑ پر عائد نہ ہوتا ہو (۲) آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہ ہونگے صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر کردیں کہ میرا یہ اعتراض ہے (کیوں؟) اعتراض کے لیئے لمبا لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں (یہ حرف اسلئے کہ مباحثہ کی صورت واقعہ نہ ہو جائے۔ کیونکہ آپ مباحثات کرنے سے قسم کھا چکے ہیں) پھر یہ بھی لکھدیا۔ ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو "متنبہ" کیا جائیگا۔ کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھکر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اسکو سنائیں۔ ہم خود پڑھ لینگے۔

اس طرز میں کچھ ہرج نہیں ہے۔ کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں۔ میں باآواز بلند سنا دونگا۔ کہ پیشگوئی کی نسبت مولوی ثناءاللہ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا۔ اور اسکا جواب یہ ہے اسی طرح تمام وساوس دور کردیئے جائینگے۔ اگر یہ چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کا موقعہ دیا جاوے۔ تو یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ پھر صرف اسلیئے کہ بلا فیصلہ نہ جائے یہ لکھا کہ اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں۔ دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں اول چونکہ میں انجام آتھم

میں خدا تعالیٰ سے قطعی عہد کر چکا ہوں۔ کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہ کرونگا اس وقت پھر اسی عہد کے مطابق قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہ سنونگا "اب ہم دونوں میں سے ان دونوں قسموں سے جو انحراف کریگا۔ اسپر خدا کی لعنت ہو"

افسوس کہ مولوی ثناء اللہ نے ایسا جواب دیا جو سراسر طالبِ حق ہونے کے خلاف ہے۔ ایک نہایت ہی لطیف طریقے سے انکار کر دیا۔ پہلے تو اعتراض کر کہ میرے لیئے دو سطریں اور آپ کے لیئے تین گھنٹے۔ مگر اس بات کی طرف خیال نہیں کہ سوال ہمیشہ دو تین سطر میں آسکتا ہے مگر جواب جواب دینے والے کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔ وہ اپنے علم کے مطابق جتنا وقت چاہے مقرر کر لے۔ کیا اگر کوئی شخص سوال کر دے کہ "مجھے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے سچے ہونے کے ثبوت مطلوب ہیں"۔ اور پھر کہے کہ مجھے اتنی مدت میں ہی جواب مطلوب ہے جتنے میں مینے لکھا ہے تو کیا کوئی اس کی تسلّی کر سکتا ہے اب دیکھیئے کہ یہ سوال صرف ایک سطر میں آیا ہے۔ مگر اس کے جواب میں ۲۰۰ صفحے کی ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ پس یہ قسمہ ضمری نہیں۔ بلکہ سراسر منصفانہ تقسیم ہے بشرطیکہ انصاف سے دیکھا جائے۔ اگر کوئی تحقیق حق کے لیئے آئے تو اسکے لیئے یہی وقت کافی ہے کیونکہ وہ اپنے شبہات ایک غیر محدود عرصہ تک کر سکتا تھا جب تک کہ حق نہ کھلے مگر مولوی مذکور تحقیق کے لئے گیا ہوتا۔ تو اسبات کو مانتا بھی وہ تو تکذیب کے لیئے گیا تھا جیسا کہ خود اسکے ایک شاگرد کا اقرار مسطور ہے کہ "مولوی صاحب تو آپ کی تکذیب کو آئے ہیں" ذرا خیال فرمایئے کہ "میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑے ہو کر سناؤنگا" سے آپ کی کیا مراد ہے کیا صرف یہی نہیں کہ حضرت مرزا صاحب قسم کھاتے ہیں میں آپ کی کوئی بات زبانی نہیں سنونگا۔ اسلیئے یہ شرط کر دی تا کہ بظاہر یہ معلوم ہو

کہ ثناء اللہ نے یہ شرطیں قبول کر لیں اور باطن میں سمجھنے والے خوب سمجھتے ہیں کہ ان شرطوں کے قبول کرنے سے انکار ہے بھلا اس بندۂ خدا سے کوئی پوچھے کہ جب حضرت مسیح موعود آپ کی لکھی ہوئی سطریں پڑھ کر سنا دینے کا اقرار کرتے ہیں تو پھر خود آپ کے اپنی زبان سے پڑھکر سنانے سے سوائے اسکے کیا مطلب ہے کہ کسی طرح یہ موقعہ ٹلجائے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ پر اتمام حجت ہو جائے اور میرے تمام شبہات رد کر دیئے جائیں اور پھر میں ساکت رہ جاؤں اور جو آپ ہر گھنٹے سے بعد پانچ منٹ رائے دینے کی شرط لگاتے ہیں گیا وہ لکھکر نہیں پیش کر سکتے تھے مطلب صرف یہ تھا کہ میں زبانی بولوں اور پھر حضرت مرزا صاحب اگر مجلس کا انعقاد منظور کریں تو میں کہدوں کہ اپنی قسم پر نہیں رہے اور اگر منظور نہ کریں جب معاہدہ الہی، تو بھی میں مشہور کر دوں۔ کہ مرزا صاحب نے انکار کر دیا خیر ہم ایسی باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور ان ابلہ فریبیوں میں نہیں آتے اور نہ آئینگے۔ پھر اپنی طرف سے افترا کر دیا ہے کہ "مرزا صاحب کو مجمع عام ناپسند ہے" حالانکہ یہ بالکل غلط ہے جس عبارت کا حوالہ دیا گیا وہ یہ ہے "کہ ہر گز نہیں ہوگا عوام کالانعام کے روبرو آپ وعظ کی طرح لمبی گفتگو شروع کر دیں" اس فقرے سے تو زبانی گفتگو کی ممانعت ہے نہ کہ مجمع عام کی وہ تو صاف لکھ رہے ہیں" یہ بھی منظور نہیں فرماتے ہیں کہ جلسہ محدود ہو جبکہ فرماتے ہیں کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے مجتمع ہوں "حضرت مرزا صاحب تو تحقیق کے لیئے بلائیں کہ طالبان حق کیطرح حق دریافت کر لو۔ مگر آپ اسکو مناظرہ کے معنے میں لیتے ہیں تا کہ جلد کہیں دو ہاتھ کرنے کا موقعہ ملے مگر یہ تو فرمایئے کہ کیا اس طریقہ سے جو حضرت حجۃ اللہ نے تحریر فرمایا۔ تحقیق نہیں ہو سکتی۔ کیا اس طرح پیشگوئیوں کی پڑتال اور شبہات کا رد نہیں ہو سکتا ہو جب ایک طریقہ امن سے زیادہ قریب ہے اور اس میں طرفین میں سے

کسی کی حق تلفی نہیں۔ بلکہ اس طرز سے ایک فریق کو قسم توڑنے کی مشکلات بھی پیش نہیں آتیں تو پھر اس سے انکار کی آپ کو کیا ضرورت ہے سوائے اس کے کہ پیشگوئیوں کی تحقیق کا موقعہ ہی پیش نہ آئے۔ حضرت صاحب کا "صُمٌّ بُکْمٌ" لکھنا کہ آپ اس طرح بیٹھے رہیں۔ جیسے صم بکم صرف محاورے کے لحاظ سے ہے کیا تم لوگوں کو یاد نہیں کہ بعض دفعہ ایک شخص اپنے خادم کو کوئی چیز ضائع کرنے پر کہہ دیتا ہے کہ اندھے۔ تو کیا اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ واقعی اندھا ہے مطلب تو صرف یہ ہے کہ چپ چاپ بیٹھے رہیں زبان سے کچھ نہ بولیں تاکہ گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ آجائے۔ اس طرح بیٹھیں جیسے ایک بہرا گونگا۔ کسی مجلس میں خاموش رہتا ہے۔ زید شیر ہے۔ تو کیا واقعی اسوقت زید کی درندوں کی طرح دُم بھی ہوتی ہے اور پھاڑ کھانیوالے ناخن اور یہ کہنا کہ پیشگوئیوں کے جھوٹا ہونے پر اتنے روپے دیئے جائینگے۔ اور وہ روپے مریدوں سے بھی وصول ہو سکتے ہیں اور اسپر یہ اعتراض کہ کیا پیشگوئیوں کے جھوٹا نکلنے پر مرید آپ کو روپیہ دینگے محض تمسخر کے طور پر ہی اس عبارت سے تو ایک پیشگوئی نکلتی ہے کہ حضرت اقدس کو اپنی صداقت پر اسقدر یقین ہے کہ یہ بات ممکن ہی نہیں تھی۔ کہ کوئی پیشگوئیوں کو غلط ثابت کرنے میں کامیاب ہو چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ اور ایسا ہی ہوگا۔ معیار الاخیار کا پیش کرنا کہ اس میں علماء کو احقاق حق کے لیئے بلایا ہے۔ معاہدۂ انجام آتھم کے مخالف نہیں۔ کیونکہ اس میں آپ نے صرف یہی لکھا کہ مجھ سے تسلی کر لیں "قرآن و حدیث کے رو سے۔ عقل کے رو سے سماوی تائیدات کے رُو سے پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کر سکا۔ تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔" اور تسلی اس طرز میں بھی ہو سکتی ہے کہ مخالف طالب حق بنکر اپنا شبہات لکھ کر پیش کرتا جائے اور حضرت حجۃ اللہ اسکا جواب دیتے جائیں۔ لکھنے کو تو اس اشتہار

کاحوالہ دیدیا۔ مگر یہ کوئی نہیں بتا سکا۔ کہ آخر علماء کیوں نہیں آئے۔ اور ان کو مجلس منعقد کرنے سے کونسا امر مانع ہوا۔ جلسہ ندوۃ العلماء کے وقت اگر کسی نے بلایا بھی تو مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید کا مصداق ہے پہلے کہاں تھے کیا سوئے ہوئے تھے اور نیز وہ مباحثہ کی درخواست تھی جو کسی طرح بھی منظور نہ ہوسکتی تھی اسی جلسہ میں فاضل امروہی وغیرہ بزرگان ملت موجود تھے اور مخالفین کو بذریعہ رجسٹری اپنے آنیکی اطلاع بھی دے چکے تھے۔ ان سے کیوں فیصلہ نہ کرلیا۔ علماء ایسے ہونے چاہیے تھے جو تمام اہل اسلام میں معتبر اور مستند ہوں یہ تو نہیں کہ اِدہر اُدھر کے چند آدمی نوٹس دیدیں۔ اسی اعجاز احمدی میں دوسرے دو نشان یہ تھے کہ "اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مرجائے۔ تو وہ ضرور پہلے مرینگے"۔ سو اس چیلنج پر مولوی ثناء اللہ مستعد نہیں ہوئے۔ خود ان کو بھی ایسا کرنے میں پس وپیش ہے ماتدری نفس بای ارض تموت کو پیش کرتے ہیں مگر یہاں کسی خاص زمین میں مرنیکا ذکر نہیں۔ یہاں تو کاذب وصادق کی تمیز کا ذکر ہے کیا آنحضرت صلعم نے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ نہیں کیا تھا۔ اور کیا آپ کو دعا پر یقین نہیں کیا اسباب پر ایمان نہیں۔ کہ اللہ کافروں کے مقابل میں ایمانداروں کی مدد ضرور کیا کرتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ عمر کے گھٹانے بڑھانے پر قادر نہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس مقصد کی قرآنی آیات بھول گئے تخزجر الصّدود کا الہام ہوتے ہی اس کارروائی کا شروع ہوجانا نشان نہیں تو اور کیا ہے صدور سے مراد صرف بڑی عمر کے تو نہیں بلکہ ان سے مراد ہے جن کو قوم میں بڑی وجاہت حاصل ہے اور وہ صدر سمجھے جاتے ہوں۔ قادیان جانے کا اثر جو کچھ مریدین یا دوسرے اہل اسلام پر ہوا وہ سب کو معلوم ہے کیا کوئی مرید بیعت سے نکل گیا۔ یا آئندہ کے لیئے سلسلہ

احمدی کی ترقی مسدود ہوگئی کچھ بھی نہیں ہوا ایسی پیشگوئی کے شاہد کافی ہیں ✣

# دین غربا کا ہے

مدرسہ احمدیہ کے متعلق ایک پچھلے رسالے میں مینے تحریک کی تھی۔ اور احمدی احباب کو اُسکی غریب حالت کی طرف متوجہ کیا تھا۔ لیکن افسوس ہی کہ اسکی آواز کا جواب بہت ہی کم لوگوں نے دیا سینکڑوں نے ہی اُس مضمون کو پڑھا ہوگا کیونکہ وہ نہ صرف تشحیذ بلکہ بدر اور الحکم میں بھی شایع ہُوا تھا لیکن ان سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں میں سے صرف پانچ یا چھ نے لبیک کی خوش کن آواز سے مجھے سرور کیا۔ اور باقیوں کی طرف سے ایک ایسی خاموشی رہی ہے کہ شک ہوتا ہی کہ وہ مضمون کسیکی نظر ہی نہیں پڑا سب سے زیادہ جوش سے اس تحریک میں حصہ لینے والے میاں حشمت اللہ طالبعلم میڈیکل سکول لاہور ہیں جنہوں نے اپنے بھائیوں میں پرزور تحریک کر کے تین لڑکوں کے بھجوانیکا وعدہ کیا ہے اسکے بعد میاں عبدالمجید ہیں جنکا گزارہ بہت قلیل ہی اور ایک ٹھیکیدار کے ملازم ہیں کہ جنکی ملازمت ہروقت معرض خطر میں ہی لیکن پھر بھی وہ دین کیخدمت کے جوش میں اپنے لیے تکلیف بھی گوارا کر کے اپنے لڑکے کو مدرسہ احمدیہ میں داخل کرانا چاہتے ہیں بعد ازاں میاں فقیر علی صاحب ہیں جنھوں نے اس اعلان کو پڑھکر فوراً اپنے لڑکے کی نسبت مجھہ سے خط و کتابت شروع کی پھر میاں یعقوب خان ڈپٹی انسپکٹر ہیں جو وعدہ کرتے ہیں کہ امتحان دلاتے ہی وہ اپنے لڑکے قادیان تعلیم کیلئے بھیجدینگے اور سب سے آخر جو خط ملا ہی اور جسے میں درجہ میں آخر نہیں سمجھتا وہ مکرمی صادق حسین صاحب صادق مختار عدالت اٹاوہ کا ہی جو کہ اپنے چھوٹے لڑکے کو مدرسہ احمدیہ میں داخل کرنیکا ارادہ ظاہر کرتے ہیں ان لوگوں کے دل محبت دین سے پر نظر آتے ہیں اور معلوم ہوتا ہی کہ وہ اسلام کیخدمت کے شوق میں انکو یورپ کی دلفریبیوں پر نظر کرنیکا موقعہ ہی نہیں ملتا گویا عشق

کا ایک دریا ہے جو انکے سینوں میں چل رہا ہے اور یہی لوگ ہیں کہ جنکی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے البشروا ببیعکم الذی بیعتم۔ انکے سچے جوش اور پاک ارادوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو دین کے مقابلہ میں دنیا کی کچھ فکر نہیں لیکن کیا باوجود انکے اخلاص کے اللہ تعالیٰ انکی اولاد کو ضایع کردیگا اور وہ ذلیل و خوار ہو کر دن بسر کریگی نہیں جو ایسا خیال کرتا ہے اُسے خدا پر ایمان نہیں اور اسکا دل ایسا تاریک ہو گیا ہے کہ نور الٰہی اس میں داخل ہی نہیں ہوتا کیونکہ اُسنے خدا پر بدگمانی کی اور اسکی طاقتوں کا انکار کیا خدا تعالیٰ کسی کے اخلاص کو ضایع نہیں کرتا اگر انھوں نے اخلاص سے اپنی اولاد کو اس مدرسہ میں داخل کرنیکا ارادہ کیا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسا ہی ہو تو اللہ تعالےٰ انکی اولاد میں وہ برکت دیگا کہ جسکا اندازہ لگانا انسانی طاقتوں سے بعید ہے وہ دن میری آنکھوں کے سامنے پھر رہے ہیں جب لاکھوں کروڑوں انسان انپر درود بھیجینگے اور بادشاہ انکے ناموں کی عزت کرینگے دین غرباء سے شروع ہوا اور غرباہی میں رہیگا بڑائی وہی ہو جو خدا کی نظر میں ہو نہ دنیا کی نظر میں اگر بالدار اور دولتمند خدا کی نظر میں بزرگ ہوں تو انبیاء انہیں میں سے چنے جاتے گو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ایسے لوگ بھی ہیں اور ضرور ہیں کہ جنکے گھروں میں صرف دین کی دولت ہے بلکہ خدا نے دنیا کی بزرگی بھی انہیں عنایت کی ہو لیکن یہ لوگ بہت کم ہیں۔

آخر میں میں اپنے دوسرے احباب کو پھر اسطرف متوجہ کرتا ہوں جنکو خدا نے متعدد لڑکے دئے ہیں اور وہ انکی تعلیم کا خرچ بھی برداشت کر سکتے ہیں اپنا اپنا ایک لڑکا مدرسہ احمدیہ میں تعلیم پانیکے لئے ارسال کریں اور دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا نمونہ دکھائیں یہ مت سمجھو کہ دنیا انگریزی پڑھنے سے ملتی ہو اسوقت دو سلسلے ہمکو نظر آتے ہیں ایک تو وہ ہو کہ جسے خدا نے قائم کیا اور ایک وہ جس کی دنیا کے طالبین نے بنیاد رکھی لیکن دونو سلسلوں کے بانی وہی ہیں جو قطعاً انگریزی نہیں جانتے تھے حضرت مسیح موعود کی نسبت تو ہر ایک احمدی کو علم ہوگا کہ آپ انگریزی سے ناواقف تھے لیکن سید احمد خاں جو کہ یورپ کی تقلید میں متوالے ہو رہے تھے انھوں نے بھی انگریزی تعلیم نہیں پائی تھی بس کیا نیچریوں کی نظر میں موجودہ ایم۔ اے۔ بی۔ اے سر سید احمد خاں کی نسبت زیادہ معزز ہیں یا احمدیوں کے ایمان میں

کسی انگریزی خواں کا درجہ حضرت مسیح موعود سے بڑھا ہوا ہے یہی نہیں ہیں تو ان دونو کے خلیفہ بھی انگریزی زبان سے ناآشنا نظر آتے ہیں بات یہی ہو کہ خدا کی دی ہوئی عزت ہی سچی عزت ہی پس اللہ کے بتائے ہوئے کام کرو تم کبھی ذلیل نہ ہوگے۔ واٰخر دعوانا [illegible] العالمین۔ خاکسار [illegible] محمد احمد

# اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے

چونکہ طاعون اس سال پھر بڑے زور سے بڑھ رہی ہے۔ اور ہر ہفتہ ترقی پر ہے اور اس کی بڑھتی ہوئی رفتار دیکھکر خوف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب موسم کے شروع میں یہ حال ہے تو نہ معلوم اور چند دنوں کو کیا حال ہوگا۔ پس میں اپنے احباب کو سخت تاکید کرتا ہوں کہ ابھی سے دعاؤں میں لگجائیں۔ اور صدقہ و خیرات کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ صدقہ کا حکم یہ ہے کہ اوّل اپنے عزیز و اقارب کو دیا جائے اور پھر ہمسایوں اور پڑوسیوں کو اور پھر عام طور سے غریب یا مساکین کو اور ہر ایک شخص پر اُسی قدر صدقہ ہے جتنی کہ اسکی حیثیت ہو۔ چونکہ یہاں بھی غربا مہاجرین بہت رہتے ہیں اسلیئے جو صاحب مناسب سمجھیں یہاں بھیجدیں صدقہ میں زیادہ تر مناسب کھانا کھلانا اور قربانی ہے اور سنت سے انکو ترجیح معلوم ہوتی ہے لیکن ساتھ اسکے یاد رکھو کہ لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءہا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ پس صرف قربانیوں اور مساکین کو کھانا کھلانے سے کچھ کام نہیں بنتا۔ جب تک اپنے نفوس کو پاک نہ کرو اور طرح طرح کے مخفی در مخفی گند جو دلوں میں پوشیدہ ہوتے ہیں انہیں نکال نہ دو موت کا کچھ اعتبار نہیں پس کیا معلوم کہ کب اور کسوقت اس مالک حقیقی کی طرف سے پیغام اجل آجائے۔ اسلیئے جیسے وہ انسان کہ جس کو ہر وقت امید لگی رہتی ہو کہ بادشاہ وقت مجھے نہ معلوم کب بلالے اپنے لباس کو صاف اور ستھرا رکھتا ہے۔ اپنے روحانی لباس کو پاک رکھو اور ہر قسم کے گناہوں کی

آلائش سے بچاؤ۔ تا خدا تعالیٰ کے حضور شرمندگی نصیب نہ ہو اور اگر کچھ غلطی ہو بھی جاوے تو اللہ تعالیٰ رحیم کریم ہے اس غلطی کے گندے اثر کو آنسوؤں کے پانی سے دھو ڈالو۔ تقویٰ کرو کہ اس کے سوا کوئی اور راہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا نہیں سچائی کو اختیار کرو کہ یہی کامیابی کی راہ ہے۔ اتفاق کے کڑے کو مضبوط پکڑو کہ وہی فیوض عام کو حاصل کرنیکے لئے بندے اور خدا میں ایک واسطہ کا کام دیتا ہے تسبیح و تحمید میں لگے رہو کہ اپنے نام کی بزرگی بیان کرنے والیکو اللہ تعالیٰ کبھی ہلاک نہیں کرتا۔ ہر دم اللہ تعالیٰ کے غضب سے خائف رہو اور شیخی اور تکبر میں نہ آؤ کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ بھی بڑا ہے مگر ساتھ ہی اسکا رحم بھی بڑا وسیع ہے۔ جب یونس کی قوم کو جو نبی کی منکر ہو چکی تھی۔ ان کی زاری کیوقت بچا لیا۔ تو تم تو مامور من اللہ کے ماننے والے ہو۔ تمہاری وہ کیوں نہ سنیگا۔ سنیگا اور ضرور سنے گا۔ کیونکہ وہ خود ہی فرماتا ہے فاذا سئلك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ یعنے جب میرے بندے میری نسبت سوال کریں تو کہو کہ میں قریب ہوں۔ اور پکارنیوالیکی پکار کا جب وہ مجھے پکارتا ہے جواب دیتا ہوں پس پکارتے لگے رہو ایسا نہ ہو کہ ہم میں سے کمزوروں کی کمزوری کیوجہ سے ساری جماعت پر کوئی الزام آئے اللہ تعالیٰ کے آگے چلانیوالے کبھی نامراد نہیں ہوتے پس "دعا کرو" "دعا کرو" "دعا کرو" اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے۔

(خاکسار مرزا محمود احمد)

# یادِ حبیب

(۱) اے شوخ زنا تواں چہ جوئی
از خستہ و نیم جاں چہ جوئی

(۲) رفتیم وفنا شدیم و مردیم
از گم شدگاں نشاں چہ جوئی

(۳) یار است قریب تر زجاں ہم
اے ابلہ تو از بتاں چہ جوئی

(۴) پیراں نہ کنند توبہ از عشق
اے محتسب از جواں چہ جوئی

(۵) دنیائے دنی است چند روزہ
زو راحت جاوداں چہ جوئی

(۶) زینجا بشتاب آتہی دست
از مزبلہ ارمغاں چہ جوئی

(۷) تیرش زکسے خطانہ کردست
از ناوک او ... اماں چہ جوئی

(۸) بر کاخ ملک ترا بخوانند
از خار و خس آشیاں چہ جوئی

(۹) فرخ درِ یار را فرا گیر
پیرامنِ ... ایں و آں چہ جوئی

# رسیدات زر بابت ماہ جنوری و فروری سنہ ۱۹۱۱ء

(باہ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء)

جناب چوہدری فتح محمد صاحب جہدی آباد عہ ا ر
نمبر ۶۲ جناب عبد اللہ صاحب پارچہ فروش عہ ا ر
نمبر ۱۱۰۵ جناب احمد الدین صاحب زرگر قادیانی عا ر
نمبر ۱۰۶۱ جناب قاضی عبد اللہ صاحب چندہ ممبری عا ر
نمبر ۱۱۹ جناب ماسٹر سکندر علی صاحب عا ر
نمبر ۱۳۲ جناب منشی گلاب دین صاحب ۷ ر
نمبر ۱۹۲ جناب فضل دین صاحب سے ر
جناب صاحبزادہ صاحب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب عا ر
نمبر ۷۰ جناب گلاب خان صاحب ڈپٹی پوسٹ ماسٹر عہ ا ر
نمبر ۴۲۰ جناب غلام حسین صاحب عہ ر
نمبر ۵۲۸ جناب بابو فقیر علی صاحب عہ ا ر
نمبر ۱۲۶۹ نو خریدار جناب سید نذیر الحق صاحب عہ ا ر
نمبر ۱۱۰۵ جناب احمد الدین صاحب زرگر عہ چندہ ممبری عہ ا ر
نمبر ـــ جناب احمد الدین صاحب گہڑی ساز جہلم یہ ر
نمبر ۱۲۷۵ جناب علی بہادر خان صاحب عا ا ر
نمبر ۹۳ جناب خواجہ کرم داد صاحب عا ر
نمبر ۱۰۸۶ جناب یوسف علی صاحب عہ ر
نمبر ۲۳۲ جناب خلیفہ فضل حسین صاحب عا ر

بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۱ء

نمبر ۱۲۲۹ جناب مفتی محمد اظہار حسین صاحب عا ر

نمبر ۲۰۳ جناب منشی قدرت اللہ صاحب پٹواری سے ر
نمبر ـــ جناب عبد الحکیم صاحب کلرک سپرنٹنڈنٹ افس راولپنڈی ہے
نمبر ۸۵۳ مولوی رحیم بخش صاحب عا ر
منجانب جماعت شملہ معرفت منشی برکت علی صاحب اعانت دار الکتب ۱۲ ر
نمبر ۲۳۸ مولوی محمد اسماعیل صاحب عہ ر
نمبر ۱۲۷۸ جناب علی اکبر شاہ عا ر
نمبر ۸۶۳ جناب غلام حسین صاحب پٹواری للعہ ر
نمبر ۳۵۰ جناب سید عبد اللہ صاحب سیالکوٹ عا ا ر
نمبر ۳۰۶ جناب رحمت اللہ صاحب ڈسکہ عہ ۱۲ ر
نمبر ۳۱ جناب سید محمد حسین صاحب عا ا ر
نمبر ۶۵ منشی سربلند خان صاحب ملتان عا ا ر
نمبر ۳۰۸ جناب منشی احمد الدین صاحب عا ا ر
نمبر ۱۹۶ جناب شیخ نیاز احمد صاحب عا ا ر
نمبر ۱۹۷ جناب حافظ غلام رسول صاحب عا ا ر
نمبر ۱۸۸ جناب میاں غلام محمد صاحب عا ۸ ر
نمبر ۲۰۰ جناب محمد ابراہیم صاحب عہ ا ر
نمبر ۳۲۷ جناب بابو روشن دین صاحب عا ا ر
نمبر ۳۳۳ جناب حکیم محمد حسین صاحب عا ا ر

(باقی آئندہ)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۹۰۵

## کلکتے کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئیں مجرب دوائیں
## ۲۶ برس سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں



# کھانسی کی دوا

یہ دوا اچاہی کیسی کھانسی وکف کی بیماری ہو اسکو آرام کرتی ہے اسمیں یہ فوائد ہیں (۱) سردی سے بچانا۔ (۲) کھانسی کو دبانا (۳) کف کو پتلا کرنا (۴) کف کو نکالنا (۵) سوکھا کھانسی کو روکنا قیمت بڑی شیشی ۴۰ خوراک عہ رکمنگ ومحصولڈاک ۸ر چھوٹی شیشی ۱۶ خوراک ۸ر رکمنگ ومحصولڈاک ۵ر

اس دوا پر بہار لجہ دل گنجن صاحب کی رائے

دیو بہار رفیوڈ بڑی چیف پٹنہ اسسٹنٹ بولانگیر ضلع سمبلپور سے لکھتے ہیں جناب من! آپکی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کیلئے مشکور ہوں اس دوا سے ہماری کھانسی بالکل رفع ہو گئی مجھے صرف خوراک سے زیادہ پینے کی درکار نہوئی کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دے رہی تھی اسواسطے دوبارہ آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں

## درد سر و ریاح کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ ہو جاتا ہے یہ دوا لحظہ میں اسکو پانی کر دیتا ہے درد ریاح جیسے چیس چمک چمک کر گھونگی مید کنگنی سے جو کہیں چھٹپٹاتے ہو تو اس دوا سے فوراً بار آرام ہو جاؤ گے چاہے جسم کے کسی حصہ میں ایسا درد ہو اس سے مٹجائیگا درد سر کیواسطے اس دوا کا ایسا ہی فائدہ ہو نصف سر میں یا تمام سر میں کیوجہ سے کیسا ہی درد ہو اس دوا سے رفع ہو جاتا ہے اور پھر یہ بھی نہیں اگر سر گھمتا ہو اور جاتا ہو اس دوا سے فوراً بند ہو جاتا ہے اذ نوں لوگ ذرا ذرا باتوں میں سر دکھایا کرتے ہیں کام یا محنت کی باتوں میں غکر تردد میں عیش وعشرت میں دن بھر رات اور رات کو دن بنایا کرتے ہیں کل تکلیفیں سر پر آجاتی ہیں اور ہائے درد سر پکارا کرتے ہیں ڈاکٹر برمن کی دوا ایسے لوگوں کیلئے اسکے استعمال سے فوراً درد بند ہوتا ہے اسلئے خاص وعام کو یہ دوا گھر میں رکھنا لازم ہے قیمت ۱۲ ٹکیوں کی ایک شیشی ۶ر محصولڈاک ایک ڈبیا سے چھ ڈبیا تک ۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ